

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نماز میں ہاتھ باندھنے کا مسئلہ پر

ایک تحقیقی و علمی کاوش

مسئلہ وضع الیدین

تصنیف

مفتی محمد شوکت علی سیالوی صاحب

الانتساب

بندہ اپنی اس حقیر کاوش کی (بتوفیق اللہ تعالیٰ) اپنی مادر علمی
 ”مدرسہ غوثیہ جامع العلوم خانیوال“ کو نتیجہ خیز اور ملک بھر میں
 ایک اہم مقام سے ہمکنار کرنے والی ہر دل عزیز ذات گرامی
 جناب مفتی اعظم ’جامع المعقول والمنقول‘ حاوی فروع و اصول
 قبلہ استاذ گرامی

حضرت علامہ قبلہ مفتی محمد اشفاق احمد رضوی صاحب
 (وامت برکاتہم العالیہ)

کے نام نامی ’اسم گرامی سے انتساب کی سعادت حاصل کرتا ہے۔
 اس لئے کہ اللہ پاک نے اپنے قانون قدرت کے مطابق آپ جناب کو
 بندے کے لئے سبب بنایا کہ یہ پیچمدال دین متین کی کچھ خدمت کے
 لائق ہوا۔

فروحي و مالي من الخير فدا على هذا الوسيله
 العظمى

راقم الحروف: ابو عمر محمد شوکت علی سیالوی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل في هذا الكتاب

الصلاة والسلام على رسول الله
 وعلى آله وصحبه أجمعين

تقریظ از

استاذ العلماء، تاج الفضلاء، سند المدرسین والحقیقین حضرت علامہ مولانا محمد
عبد الستار سعیدی نظامی دامت برکاتہم العالیہ
ناظم تعلیمات، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری ٹیٹ لاہور
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده

عزیزم مولانا محمد شوکت علی سیالوی صاحب نے زیر نظر کتاب ”مسئلہ وضع الیدین“
سے پہلے ”مسئلہ رفع الیدین“ کے نام سے ایک تحقیقی کتاب سپرد قلم فرمائی اور اہل علم و
دانش سے خوب خوب داد و تحسین حاصل فرمائی عزیزم مولانا محمد شوکت علی سیالوی ایک
باملاہیت مدرس ہیں اور اپنی دونوں ابتدائی تحقیقات کی روشنی میں یقیناً اہل تحقیق کے
ذمہ میں ایک عظیم اضافہ ہیں۔

زیر نظر کتاب اس مسئلہ کی تحقیق میں ہے کہ ”نماز میں ہاتھ باندھے جائیں یا
چھوڑے جائیں؟ پھر اگر باندھنے ہیں تو کہاں باندھے جائیں؟ سینے پر؟ ناف کے اوپر یا ناف
کے نیچے؟

عزیزم سیالوی صاحب نے اس مسئلہ پر امت مسلمہ میں پائے جانے والے تمام
مسائل پر گفتگو کی ہے ان کے دلائل کا نہایت علمی و تحقیقی جائزہ لیا ہے اور دلائل سے
واضح کر دیا ہے کہ اس سلسلہ میں درست کیا ہے اور مسلک منہج کونسا ہے؟

بد قسمتی سے فتنہ دہانیہ اس وقت پورے زور و شور سے تمام عالم اسلام کو پھر ایک بار
اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ مسئلہ وضع الیدین پر بھی اس فتنہ کے حامل افراد نے بہت کچھ
شور ڈالا ہوا ہے۔

عزیزم علامہ سیالوی نے دہانیہ غیر مقلدین کے اس مسئلہ میں موقف و مسلک پر کھل
کر گفتگو کی ہے۔ پھر زبردست بات یہ ہے کہ جہاں ان کے علمی استدلالات کے تار پود
بکھیر دئے ہیں وہاں ان کے سراپا کذب و افتراء حوالوں اور جعل ساز یوں کی خوب خوب
خبری ہے جس سے مسئلہ وضع الیدین فی الصلوٰۃ مرنموز کی طرح ہر کرو مہر نہایت واضح
ہو گیا ہے۔

اللہ کریم عزیزم سیالوی صاحب کے علم و عمل اور صلاحیتوں میں مزید برکتیں عطا

فرمائے اور ان کو مزید ایسے دقیق اور تعمیری کام کی توفیق ازدانی فرمائے۔ (امین)

(حضرت علامہ) محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

تقریظ

از استاد العلماء حضرت علامہ مولانا محمد صفدر علی مہروی مدظلہ العالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الوصحبہ اجمعین

اس وقت میرے سامنے ”وضع الیدین فی الصلوٰۃ“ کے حوالہ سے لکھا گیا رسالہ ہے جو
ممتاز محقق اور دانشور حضرت علامہ محمد شوکت علی صاحب سیالوی نائب مفتی جامع العلوم غوفیہ
خانوال کا مایہ ناز علمی شاہکار ہے اور نخبۃ الفکر۔

آپ نے حضرت امام غمادی رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر قلم کو جنبش دی ہے۔ میرے خیال میں تو
کامیاب رہے ہیں اس سے قبل آپ کی تصنیف لطیف ”رفع الیدین“ کے نام سے قبول عام
حاصل کر چکی ہے۔

معاشرہ کے فائدہ کے لئے رفع الیدین کے بعد وضع الیدین ٹیک ٹال ہے۔ اہل ذوق واد علمی اور
تحسین عملی سے معاونت فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم علامہ صاحب کی اس خدمت کو بھی
شہرت، قبولیت اور دوام عطاء فرمائے!

آمین بحمدہ الثی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نقطہ

محمد صفدر علی مہروی مامانہ

مدرس جامعہ غوفیہ جنگ روڈ

کیر والہ۔ خانوال

۲۸ اگست ۱۹۹۷ء، ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بروز شنبہ

تقریظ

از حضرت علامہ مولانا محمد حنیف اختر مدظلہ العالی

بندہ ناچیز نے حضرت قبلہ علامہ شوکت علی صاحب سیالوی مدظلہ العالی کی ایمان افروز، باطل سود کتاب کا جو مسئلہ وضع الیدین کے بارے میں ہے گہری نظر سے لفظ بلفظ مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں فاضل مولف نے بفضلہ تعالیٰ دلائل کے انبار لگا دئے ہیں اور اپنے موقف کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ مخالفین کے تمام اعتراضات کے مسکت و دندان شکن جوابات تحریر کئے ہیں اور مسئلہ عدہ کو آفتاب بیروز سے زیادہ واضح کر دیا ہے۔ فاضل مولف کی اس کتاب میں یہ ایک انوکھا و نرالا اسلوب سامنے آیا ہے کہ آپ نے مسئلہ کے حق میں بطور دلیل جو حدیث شریف نقل فرمائی ہے اس حدیث کے تمام راویوں کا علیحدہ علیحدہ مستقل طور پر تعارف بھی پیش کیا ہے جس سے اس حدیث شریف کی افادیت و اہمیت مزید اجاگر ہو گئی ہے۔ اسی طرح مخالفین کی پیش کردہ احادیث مہار کہ کا جواب دیتے ہوئے ان احادیث کے راویوں پر بھی مفصل جرح کی ہے جس سے ان کا سقم اظہر من الشمس ہو گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل کر گئی ہے اور اس پر اس کے مصنف کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ نے اس کتاب میں ہر بات باحوالہ لکھی ہے اور کتابوں کے نام بلکہ صفحہ نمبر تک نوٹ کر دئے ہیں۔ مخالفین کی طرح آپ نے عامیانہ انداز اختیار کرنے سے گریز فرمایا ہے اس کتاب میں علامہ سیالوی صاحب مدظلہ نے ہر بات حوالے کے ساتھ لکھی ہے۔ اگر اپنے حق میں کوئی دلیل لکھی ہے تو اس کا بھی ساتھ حوالہ دیا ہے اور اگر مخالفین کے خلاف کوئی بات لکھی ہے تو وہ بھی زبانی طور پر نہیں بلکہ اس کا بھی باقاعدہ حوالہ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب جہاں انہوں کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے وہاں مخالفین کے لئے بھی اس میں درس عبرت موجود ہے۔ علامہ سیالوی صاحب کی اس محققانہ تالیف کو دیکھ کر اور اس میں حوالہ جات کے انبار دیکھ کر ہم ان کی خدمت میں مودبانہ عرض کریں گے کہ وہ دیگر اختلافی مسائل پر بھی اسی طرح قلم اٹھائیں اور باری باری تمام مسائل پر کتابیں تالیف فرما کر اہل سنت و جماعت پر احسان فرمائیں۔ تاکہ دشمنوں پر واضح ہو جائے کہ

گلک رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
ایدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

علامہ سیالوی صاحب موصوف اس سے قبل بھی ایک معرکہ الاراء ”مسئلہ رفع الیدین“ کے نام سے لکھ چکے ہیں جو بفضلہ تعالیٰ عوام الناس میں بڑی مقبول ہوئی اور مخالفین اس کا آج تک نہ جواب دے سکے اور نہ ہی تازست دے سکیں گے۔ گویا سیالوی صاحب کا اعلان ہے کہ

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کر راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

آخر میں بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ مولائے کریم علامہ موصوف کی یہ عظیم کاوش قبول فرما کر ان کے لئے ذریعہ آخرت بنائے اور مخالفین کو اس کی بدولت صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

نیاز مند

محمد حنیف اختر صدر بزم سعید خانیوال

خطیب جامع مسجد غوثیہ اسلام پورہ خانیوال

باب اول

مسئلہ وضع الیدین پر ضروری معلومات

مسئلہ وضع الیدین پر مکمل مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ دور اول سے یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا موقف

(i) کتاب الآثار از امام محمد بن حسن الشیبلی الموفی ۱۸۹ھ شاگرد امام ابو حنیفہ صفحہ ۳۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اخبرنا الربیع بن صبیح عن ابی معشر عن ابراہیم انه کان یضع یدہ الیمنی علی یدہ السری تحت السرة قال محمد وہ نلغذوہ وھو قول ابی حنیفہ یعنی حضرت ابراہیم نخعی قلمی دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھتے تھے ہم اسی کو دلیل بناتے ہیں اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی فرمان ہے۔

(ii) رحمۃ اللہ فی اختلاف الائمہ از علامہ محمد بن عبدالرحمن عثمانی شافعی (جو کہ آٹھویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں) صفحہ ۳۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

علامہ محمد بن عبدالرحمن فرماتے ہیں واختلفوا فی محل وضع الیمین فقال ابو حنیفہ تحت السرة یعنی مسئلہ وضع الیدین میں ائمہ کا اختلاف ہے پس امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔

(iii) ہدایہ اولین صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ شرکہ ملیہ ملتان اور قدوری صفحہ ۷۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں ہے ويعتمد یدہ الیمنی علی السری تحت السرة یعنی اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر باندھے ناف کے نیچے۔

(۲) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

(i) رحمۃ اللہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۳۲ پر ہے وقال الشافعی تحت صلوة و فوق سرتہ یعنی امام شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ سینے کے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھے۔

(ii) شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں حضرت علامہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی الشافعی الموفی ۷۸۶ھ فرماتے ہیں وضع الیمنی علی السری بعد

تکبیرۃ الاحرام و یجعلہما تحت صلوة فوق سرتہ ہذا مذہبنا المشہور یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں پر باندھ دے سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر یہی ہمارا مشہور مذہب ہے۔

(۳) حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

(i) رحمۃ اللہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۳۲ پر ہے وعن احمد و ابیہما اشہرہما وہی التي اختلفوا الخروقی کمذہب ابی حنیفہ یعنی امام احمد بن حنبل سے مسئلہ وضع الیدین کے بارے میں دو روایتیں ہیں ان میں جو مشہور اور جسے حرقی نے اختیار کیا ہے وہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کی طرح ہے (یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا)

(ii) المغنی جلد ۱ صفحہ ۵۵۰ از علامہ موفق الدین و علامہ و شمس الدین ابنی قدامی حنبلی مطبوعہ وزارت اوقاف کویت میں ہے۔

اختلفت الروایہ فی موضع وضعہما فروی عن احمد انه یضعہما تحت سرتہ.... وعن احمد انه یضعہما فوق سرتہ وعنه انه یضعہ فی ذلک لان الجمع مروی والاخر فی ذلک واسع یعنی امام احمد بن حنبل سے تین طرح کی روایتیں ہیں پہلی یہ کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے دوسری یہ کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے تیسری یہ کہ اسے اختیار ہے کہ ناف کے نیچے باندھے یا اوپر باندھے۔ اور رحمۃ اللہ کے حوالہ سے گزرا کہ زیادہ مشہور روایت ان سے یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور اسی بات کی حنبلیوں میں سے علامہ حرقی نے تائید کی ہے۔

(۴) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

(i) عن مالک وھی المشورۃ انہ یرسل یدہ ارسلالا (رحمۃ اللہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۳۲) اسی کتاب میں کچھ آگے چل کر ہے وقال مالک... تحت صلوة فوق سرتہ یعنی امام مالک علیہ الرحمۃ سے دو روایتیں مروی ہیں ایک تو امام شافعی کی طرح کہ سینے کے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھے اور دوسری کہ بالکل ہی ہاتھ نہ باندھے بلکہ پہلوؤں پر ڈھیلے چھوڑ دے رحمۃ اللہ کی تصریح کے مطابق یہی زیادہ مشہور ہے کہ ہاتھ نماز میں نہ باندھے۔

علمائے غیر مقلدین کا موقف

(i) قدامی علامہ حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۴ مطبوعہ مکتبہ سعیدیہ غانوال پر سینے پر ہاتھ باندھنے کے دلائل متعدد قدامی میں دیے ہیں۔

(ii) صلوة الرسول از مولانا محمد صادق صاحب سیالکوٹی (غیر مقلد) نے صفحہ ۱۸۸ تا صفحہ ۱۹۰ تک "سننے پر ہاتھ باندھنے" کے بارے میں گفتگو کی ہے اور سننے پر ہاتھ باندھنے پر اصرار کیا ہے۔

نتیجہ باب اول

مندرجہ بالا باحوالہ گفتگو کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ

(i) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف یہ ہے کہ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔
(۲) امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے کہ سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہاتھ باندھے جائیں۔

(۳) امام احمد بن حنبل کے بارے میں مندرجہ بالا دونوں موقف و مذہب مروی ہیں زیادہ مشہور ناف کے نیچے باندھنے والا ہے۔

(۴) امام مالک علیہ الرحمہ سے امام شافعی والا موقف بھی مروی ہے مگر زیادہ مشہور ہاتھ بالکل نہ باندھنے والا ہے۔

(۵) غیر مقلدین کا موقف یہ ہے کہ سننے پر ہاتھ باندھے جائیں۔

اب ہم مندرجہ بالا تمام مسالک پر دلائل کا جائزہ لیتے ہیں اور ترجیح کس موقف و مسلک کو ہے یہ بھی دلائل کی روشنی میں اللہ پاک کی توفیق سے بلا بغض و عناد پیش کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

باب دوم

(دلائل احناف)

دلیل اول

معنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۳۹۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی حدثنا و کعب عن موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل بن حجر عن ابیہ لیل وایت النبی ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرة ترجمہ : حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں دائیں ہاتھ بائیں پر باندھا ناف کے نیچے۔

مندرجہ بالا حدیث پاک سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ آقا نبی پاک ﷺ نے نماز میں ہاتھ مبارک ناف کے نیچے باندھے لہذا سنت یہی ہوئی کہ ناف کے نیچے ہی ہاتھ باندھے جائیں۔

دلیل اول کافی جائزہ

(i) حدیث مذکور پر ائمہ حدیث کا تبصرہ

(i) قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا اسنادہ جید (حاشیہ کتاب الاثار صفحہ ۳۴)

یعنی حافظ حدیث امام قاسم بن قطلوبغا نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد جید ہیں۔ (قطلوبغا ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے الفعل الذکی یعنی بہت جواں ہمت اور ذہین مرو)

(ii) قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا فی تخریج الاحادیث اختصار شرح المختار ہذا سند جید (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(iii) علامہ امام محمد بن علی النیموی فرماتے ہیں اسنادہ صحیح (آثار السنن صفحہ ۹۰)

(iv) وقال العلامة ابو طیب مدنی فی شرح الترمذی ہذا حدیث قوی من السند (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(v) وقال الشیخ عبد السندی فی طوابع الانوار "رجلہ ثقلت" (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(۲) رواۃ حدیث پر گفتگو

(i) حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ کے بارے میں تذکرہ الحافظ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۳۲ پر علامہ شمس الدین ذہبی نے بایں الفاظ تحریر کیا ہے۔

(i) الحافظ عنہم النضر بن عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خواستہ العبسی۔ صاحب المسند والمصنف و غیر ذلک یعنی حافظ حدیث ایسی علمی شخصیت جس کی کوئی مثال ہی نہیں، علم میں شہرہ اور نہایت عقلمند، ابن ابی شیبہ صاحب المسند والمصنف۔

(ii) آگے لکھتے ہیں عند ابو زرعہ والبخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ۔ یعنی حضرت ابوبکر ابن ابی شیبہ ابو زرعہ، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور ابن ماجہ کے استاذ ہیں۔

(iii) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ابوبکر صدیق ہو احب الی من اخیه عثمان یعنی حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ صدیق ہیں اور مجھے اپنے بھائی عثمان کی نسبت زیادہ محبوب ہیں (تذکرہ الحافظ جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۳۳)

(iv) اجماع فرماتے ہیں فقہ حافظ یعنی ابوبکر ابن ابی شیبہ ثقہ ہیں اور حافظ حدیث ہیں۔

(v) فلاس کہتے ہیں راہت الحفظ من ابی بکر بن ابی شیبہ یعنی میں نے ابن ابی شیبہ سے زیادہ

کوئی حافظ نہیں دیکھا۔

(vi) ابو عبید کہتے ہیں انتھی الحديث ابن علی اربعة لا یؤکروا ابی شیبہ اسودھم لہ یعنی حدیث تو چار اماموں پر ختم ہے ان میں سب سے زیادہ بہترین حدیث بیان کرنے والے ابوبکر ابن ابی شیبہ ہیں۔

(vii) صالح بن محمد کہتے ہیں واحفظہم عند المذاکرۃ ابوبکر ابن ابی شیبہ یعنی حافظ حدیث میں مذاکرہ کے وقت ابوبکر ابن ابی شیبہ سب سے بڑھ کر حافظ تھے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف ابوداؤد وابن ماجہ میں آپ کو کثرت سے ابوبکر ابن ابی شیبہ (حوالہ مذکورہ) کی مروی احادیث کریمہ ملیں گی۔

(۲) امام وکیع

حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے امام وکیع سے یہ حدیث روایت کی ہے اب ان کے بارے میں کچھ ملاحظہ فرمائیں۔

امام وکیع علیہ الرحمہ کے بارے میں ہم تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر ۳۰۶ تا صفحہ ۳۰۸ پر علامہ ذہبی سے نقل کر رہے ہیں۔

(i) چنانچہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں الابن المہذب الحافظ الثبت 'محدث العراق' احد ائمة الاعلام (ائمہ اعلام میں سے ایک) وعنده عبد اللہ ابن المبلوک 'واحمد' وابن المہذب 'وہابی بن معین' یعنی آپ عبد اللہ بن مبارک امام احمد بن حنبل علی ابن الدیلمی 'محمی بن معین' ائمہ حدیث کے استاذ گرامی ہیں۔

(ii) یحییٰ بن حصین کہتے ہیں وکیع فی زمانہ کلا و زاعمی فی زمانہ یعنی امام وکیع اپنے زمانے میں امام اوزاعی کی طرح تھے۔

(iii) یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں صحبت وکیع فی السفر والحضر لکان یصوم البصر و یختم القرآن کل لیلۃ یعنی میں سفر و حضر میں امام وکیع کے ساتھ رہا ہوں آپ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات قرآن پاک ختم فرماتے۔

(iv) امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں ملاہت اوعی للعلم ولا احفظ من وکیع یعنی میں نے امام وکیع سے زیادہ کسی کو حدیث یاد رکھنے والا اور اس میں غور کرنے والا نہیں دیکھا۔

(v) یحییٰ بن معین فرماتے ہیں ملاہت الفضل منہ یقوم الدلیل و یسرد الصوم و یفتی بقول ابی حلیفہ یعنی میں نے امام وکیع سے کوئی الفضل نہیں دیکھا آپ رات کو قیام کرتے ہمیشہ روزہ دار

رہتے اور امام اعظم کے قول پر فتویٰ صادر فرماتے۔

(vi) عبد اللہ بن مالک جیسی شخصیت فرماتے ہیں وجہ المصیرین الیوم ابن الجراح یعنی اس دور میں مصریوں میں مرد تو وکیع بن جراح امام وقت ہی ہے۔

(vii) سلم بن جناد کہتے ہیں جاکست وکیعہ صبیح صبیح لما راہتہ یزق ولا مس انحصاء ولا جلس مجلسہ تعزک ولا راہتہ الا ما یقبل اقبلہ وما راہتہ یحلف یحلف یعنی میں امام وکیع کے پاس سات سال تک بیٹھا رہا ہوں مگر میں نے انہیں کبھی تھوکتے یا بیٹھنے کے بعد حرکت کرتے نہیں دیکھا آپ جب بھی بیٹھتے قبلہ رو ہو کر بیٹھتے اور کبھی میں نے آپ کو قسم اٹھاتے نہیں دیکھا۔

(viii) ابراہیم بن شماس کہتے ہیں لو تدرت کفت الہدی... عیالہ وکیع وکعبہ یعنی میں کسی چیز کی تمنا کرتا تو امام وکیع کی عبادت اور ان کے قوت حفظ کی تمنا کرتا۔

(ix) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ملاہت منی مثل وکیع قطب یعنی میری آنکھوں سے امام وکیع کی مثل ہرگز کسی کو نہیں دیکھا۔

(x) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں علیکم رحمۃ اللہ وکیع یعنی امام وکیع کی تصانیف پڑھنا تم پر لازم ہیں (تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر ۳۰۸ صفحہ ۳۰۸)

(۳) حضرت موسیٰ بن عمیر

امام وکیع علیہ الرحمہ نے یہ حدیث موسیٰ بن عمیر سے روایت کی لہذا ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شجرۃ آفاق فی اسماء رجالہ کی کتاب تہذیب التہذیب کی جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۳۶۳ پر فرماتے ہیں۔

(i) موسیٰ بن عمیر التمیمی العنبری الکولی روی عن علقمہ بن وائل والشعبی... یعنی موسیٰ بن عمیر حضرت علقمہ بن وائل اور امام شعبی (وغیرہما) کے شاگرد ہیں آگے فرماتے ہیں وعند وکیع وابن المبلوک 'وعبد اللہ بن موسی' و ابو نعیم یعنی اور امام وکیع حضرت عبد اللہ بن مبارک عبد اللہ بن موسی اور امام ابو نعیم جیسی نادر روزگار ہستیاں آپ کی شاگرد ہیں۔

(ii) ابن سینا ابو حاتم محمد بن عبد اللہ اور خطیب کہتے ہیں موسیٰ بن عمرو ثقہ یعنی آپ ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۳۶۳)

(iii) ابو زرہ فرماتے ہیں لا یلسن بہ یعنی موسیٰ بن عمیر سے روایت درست ہے (حوالہ مذکورہ)

(iv) امام نسائی علیہ الرحمہ نے نسائی شریف میں کتاب الصلوۃ میں ان سے حدیث پاک روایت

فرمائی ہے۔

(v) علی اور دولابی کہتے ہیں ثقہ یعنی موسیٰ بن عمیر ثقہ ہیں۔

(vi) یعقوب کہتے ہیں موسیٰ بن عمیر کوفی ثقہ یعنی موسیٰ بن عمیر کوفی ثقہ ہیں۔

(یعنی شریف جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۸)

(۴) حضرت علقمہ بن وائل

موسیٰ بن عمیر غزیری کوئی نے یہ حدیث حضرت علقمہ بن وائل سے نقل کی لہذا ان کے بارے میں محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

(i) طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ پر ہے علقمہ بن وائل و کلث ثقہ قلیل الحدیث یعنی علقمہ بن وائل ثقہ ہیں اور قلیل الحدیث ہیں۔

(ii) تہذیب التہذیب جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۸۰ پر علامہ بن حجر نے ان کا ترجمہ ذکر کیا چنانچہ فرماتے ہیں

(i) علقمہ بن وائل بن حجر الحضری الکندی الکوفی روی عن ابیہ و المغیرہ بن شعبہ یعنی علقمہ بن وائل جو اپنے باپ وائل بن حجر اور مغیرہ بن شعبہ صحابی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آگے فرماتے ہیں وعند اخوہ عبد الجبار و موسیٰ بن عمیر العنبری اور ان سے ان کے بھائی عبد الجبار بن وائل بن حجر اور موسیٰ بن عمیر غزیری اور دیگر بہت سارے محدثین روایت کرتے ہیں۔

(ii) ذکرہ ابن حبان فی الثقات یعنی ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۸۰)

(iii) علامہ شمس الدین ذہبی اپنی کتاب (جو فن اسماء رجال میں ہے) میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۰۸ پر فرماتے ہیں علقمہ بن وائل بن حجر صدوق، یعنی علقمہ بن وائل صدوق ہیں۔

علقمہ بن وائل کی اپنے باپ سے سماعت کی تحقیق

حضرت علقمہ بن وائل کے بارے میں بھی بن معین (علیہ الرحمہ) کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ علقمہ بن وائل عن ابیہ مرسل یعنی علقمہ بن وائل اپنے باپ سے ارسال کرتا ہے یعنی انہوں نے اپنے باپ سے حدیث کی سماعت نہیں کی۔

(تہذیب التہذیب جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۸۰ میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۰۸)

لیکن حضرت بھی بن معین کا یہ قول علقمہ بن وائل کے بارے میں درست نہیں ہے۔ مندرجہ

ذیل تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

(i) تہذیب التہذیب جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۸۰ پر علامہ حافظ ابن حجر اپنی تحقیق بیان فرماتے ہیں۔

روی عن ابیہ و مغیرہ بن شعبہ یعنی علقمہ بن وائل نے اپنے باپ اور مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے۔

(ii) ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ ریمیہ دہلی (ابواب الحدود) میں امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ نے فرمایا وعلقمہ بن وائل بن حجر سمع من ابیہ و هو اکبر من عبد الجبار بن وائل و عبد الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ اس عبارت میں امام ترمذی علیہ الرحمہ نے علقمہ کے سماع عن ابیہ کی تصریح فرمائی ہے۔

(iii) مزید یہ کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ ریمیہ دہلی ابواب الاحکام میں روایت فرمائی عن علقمہ بن وائل عن ابیہ قال جاء رجل من حضرموت و رجل من کنندۃ امی النبی ﷺ امام ترمذی اس حدیث پاک کے بارے میں فرماتے ہیں حدیث وائل بن حجر حدیث حسن صحیح اگر علقمہ کا اپنے والد وائل رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت ہی نہ ہوتا تو امام ترمذی جیسے محدث اسے حدیث حسن صحیح کیسے فرما رہے ہیں؟ معلوم ہوا سماع ثابت ہے جیسا کہ سابقہ تصریح میں گزرا۔

(iv) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان میں فرماتے ہیں والصحیح سمع من ابیہ و الذی لم یسمع عند عبد الجبار بن وائل یعنی صحیح یہ ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سماعت حدیث کی ہے البتہ ان کے بھائی عبد الجبار بن وائل نے سماعت نہیں کی۔

(v) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جزء رفع الیدین صفحہ ۱۵ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ لبنان میں رفع الیدین کی حدیث عن علقمہ بن وائل عن ابیہ کہہ کر روایت کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا لہذا ثابت ہوا امام بخاری کے نزدیک بھی سماع ثابت ہے۔

بہر حال حضرت علقمہ نے اپنے باپ حضرت وائل سے حدیث پاک کا سماع کیا ہے لہذا کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا ہے۔

(۵) حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما حضرت علقمہ نے یہ حدیث اپنے صحابی والد حضرت وائل بن حجر سے روایت کی لہذا ان کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۰۸ اور صفحہ ۱۰۹ پر اور اسد الغابہ جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۵۹ اور الاصابہ

فی تیز السحابہ جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۳۸ پر حضرت واکل بن حجر رحمہ اللہ کے نہایت اعلیٰ احوال بیان ہوئے ہیں۔

(i) قال ابو نعیم اصبغہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اپنے منبر شریف پر بٹھایا۔

(ii) وکل بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد بشر اصبغہ بقولہ قبل ان یصل بالہم وقال یا تمکم واکل بن حجر من ارض بعلبکہ یعنی حضرت واکل بن حجر رحمہ اللہ جب آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حضرموت سے آرہے تھے تو آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام کو ان کے آنے کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ واکل بن حجر بڑی دور کی زمین سے آرہے ہیں (اسد الغابہ جلد نمبر ۳ صفحہ ۶۵۹)

احتمال کی دلیل اول پر محدثین کرام کے اقوال و رواۃ حدیث کی ثقاہت بیان ہو چکی اس کے بعد مزید ایک دو امور کا بیان نہایت ضروری سمجھتا ہوں چنانچہ پورے غور و فکر سے مطالعہ فرمائیں۔

(i) محولہ بالا حدیث پاک کے بارے میں علامہ حیات سند ہی نے اپنی کتاب ”فتح المغفور“ میں ذکر کیا کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ دیکھا جس میں ”تحت السرة“ کے الفاظ نہیں ہیں لہذا حدیث مذکور دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

اس کے جواب میں علامہ ابو الحسین قائم شدی نے اپنی کتاب فوز الکرام میں تحریر کیا کہ ان القول بكون هذه الزيادة غلطاً مع جزم الشيخ قاسم بن قطلوبغا بعوضها الى المصنف و مشاہدتی اہلہا فی نسخہ و وجودہا فی نسخہ لی خزائنہ الشيخ عبدالقادر المفنی لی الحديث والاثار لا یلیق بالانصاف اور فرماتے ہیں وروایتہ یعنی لی نسخہ صحیحہ علیہا اموات المصححہ مزید کہا کہ لہذا الزیادۃ لی اکثر النسخ صحیحہ التعلیق الحسن صفحہ ۹۱

ان کے فرمائات کا لب لباب یہ ہے کہ میں نے خود شیخ عبدالقادر کے خزانہ میں ایک صحیح نسخہ دیکھا ہے جس پر صحت کی سرس اور علامات لگی ہوئی ہیں اس میں تحت السرة کے الفاظ موجود ہیں مزید فرماتے ہیں کہ اکثر نسخوں میں جو یہ الفاظ ہیں بالکل درست ہیں۔

بماد پور نزد جلال پور پیر والہ میں غیر مقلدین کے پاس مصنف ابن ابی شیبہ کا جو نسخہ دیکھا ہے اب کا چھپا ہوا ان کے اپنے مکتبہ سے اس میں بھی تحت السرة کے الفاظ نہیں ہیں مگر ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی کے مطبوعہ نسخہ میں یہ الفاظ ہیں جیسا کہ ہم نے یہاں ذکر کیے

ہیں۔

باقی اہل مطالعہ پر یہ پوشیدہ نہیں ہے کہ غیر مقلدین کی طرف سے جو قدیم اور اصل اخذ شائع کیے جاتے ہیں ان میں یہ لوگ بہت زیادہ حذف و زیادہ اور کائنات چھانٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ناصرف کہ اہل تحقیق اصل بات سے آگاہ نہیں ہو سکتے بلکہ تعلیمات اسلامیہ بھی بدل رہی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ دین کے معاملہ میں ایسی بدترین خیانت بارگاہ خداوندی میں ناقابل معافی جرم ہے ہم نے اپنے آپ کو دین کے مطابق ڈھالنا ہے تاکہ اپنی فرسودہ سوچ اور غلط موقف کے مطابق دین کی تعلیمات کو بدلنا ہے اقبال کو بھی شاید ایسی چیزوں کے مشاہدوں کے بعد کہنا پڑا تھا۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں مطالعہ کتب کے دوران جب یہ خیانت میری نظروں میں آئی تو خود بخود ایک مشہور حقیقت کی مزید تصدیق ہو گئی کہ اسلام کو اتنا نقصان غیروں نے نہیں پہنچایا جتنا خود ایمان اسلام نے۔ بطور مثال درج ذیل امور میں غور فرمائیں۔

(i) مسئلہ زیر غور میں فتاویٰ علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۳ پر عمدة القاری کے حوالہ سے عبارت دی ہے ويستعمل لعلمائنا الحنفیہ باللائل غیر وثیقہ یعنی علامہ یعنی علیہ الرحمہ کی طرف یہ عبارت منسوب کی ہے کہ علمائے حنفیہ کا استدلال غیر موثوقہ دلائل سے ہے۔ حالانکہ عمدة القاری جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۷۸ تا صفحہ ۲۸۰ تک اسی مسئلہ میں گفتگو کی گئی ہے اور سرے سے یہ عبارت وہاں ہے ہی نہیں۔

(ii) غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اور مشہور ترین عالم شاء اللہ امرتسری صاحب نے فتاویٰ علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۱ پر فرمایا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروح میں یکفرت ہیں۔ حالانکہ بخاری و مسلم میں سینے پر ہاتھ باندھنے کی ایک حدیث بھی نہیں ہے۔

(iii)

اس فرقہ کی مزید علمی خیانتیں آخری باب میں اس مسئلہ کے متعلق جو ہیں واضح ہو جائیں گی۔ بہر حال میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس فرقہ کی مطبوعہ و معتمد کتب ناقابل اعتماد ہیں یہ ایک ایسا پر تشدد فرقہ ہے جو اپنی بات منوانے کے لئے قرآن و حدیث کا بے دریغ خون کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں نے بہت سخت الفاظ تحریر کیے ہیں لیکن میں ایک مسلمان ہوں اور قرآن و

کے مطابق مگر حضرت سیالکوٹی نے یہاں دیانت کو کند چھری سے نام صرف ذبح کیا ہے بلکہ خواہ کے مطابق مگر حضرت سیالکوٹی نے یہاں دیانت کو کند چھری سے نام صرف ذبح کیا ہے بلکہ خواہ خواہ لوگوں کو اپنے طریقے کی ترغیب غلط اور جھوٹے دلائل سے دے رہے ہیں جو کہ عند اللہ بھی جرم عظیم ہے اور عند الناس بھی رسوائی اور ذلت کا باعث کبیر ہے۔

اس مسئلہ پر یہ چند نمونے ہم نے پیش کئے ہیں نتیجہ آپ خود نکال لیں کہ اتنا کذب و افتراء آخر دین کی تعلیمات میں کس لیے؟

اور پھر اگر علماء و شیوخ اسلام کا حال یہ ہے تو باتوں کا عالم کیا ہوگا

مگر ہمیں کتب و ہمیں ملا
کار مطلقاں تمام خواہ شد

ان معروضات (جو صرف ایک حقیقت حال کے اظہار کے لئے تھیں) کے بعد اب ہم دلائل کا جائزہ لیتے ہیں۔

دلیل اول

ابن خزیمہ اول صفحہ ۲۴۳ پر ہے

حضرت واکل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور علیہ السلام اپنا دایاں ہاتھ مبارک بائیں ہاتھ مبارک پر سینے کے اوپر باندھا قاضی ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ نے اسے صحیح بتایا اور حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام میں اسے صحیح فرمایا (تلاوی طائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۵)

آپ حضرات صحیح ابن خزیمہ بھی دیکھ لیجئے اور بلوغ المرام بھی ہرگز اس حدیث کو حدیث صحیح نہیں کہا گیا ہے (یہ ایک اور غلط بیانی ہے)

بندہ کی ذاتی لاہوری میں قدیمی کتب خانہ کراچی کی مطبوعہ بلوغ المرام ہے جس پر "اتحاف الکرام" کے نام سے تعلیقات مفتی الرحمن مبارکپوری کی ذیل میں دی ہوئی ہیں۔

اس نسخہ میں صفحہ ۸۲ پر حدیث نمبر ۲۷۵ کے تحت یہ حدیث موجود ہے جس پر فقط اتنا ہے "خرج ابن خزیمہ" آگے کچھ صحت کے بارے میں تحریر نہیں ہے۔

اسی سوال الکرم ۱۳۱۷ھ کے دوسرے ہفتہ میں بندہ اور عامر حسینی صاحب (خانوال) غیر مقلدین کے مکتبہ "فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان" گئے وہاں بندہ نے خصوصی طور پر "فاروقی کتب خانہ" کی اپنی شائع کردہ "بلوغ المرام" پوری توجہ سے دیکھی چنانچہ اس کے صفحہ ۶۱ پر یہی حدیث موجود ہے مگر نہ تو ابن خزیمہ کا قول صحت حدیث مذکور ہے اور نہ ہی ابن حجر کا

حدیث اور تعلیمات اسلامیہ کے خلاف ایسی کاروائی پر پر زور احتجاج میرا ایمانی تقاضا ہے جو ہر مصلحت سے بالاتر ہے۔

بہر حال جس نتیجہ پر ہم پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی محولہ بالا حدیث پاک صحیح نسخوں میں موجود ہے اور تحت السرة کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

دلیل دوم ابو داؤد شریف جلد اول صفحہ ۷۱ (نسخہ ابن الاعرابی) اور حاشیہ ابو داؤد شریف جلد اول صفحہ ۷۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان اور مسند امام احمد بن حنبل جلد نمبر صفی دار تفتیشی بحوالہ عمدة القاری جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۷۹ اور تہذیب شریف جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۱ اور مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۳۹۱ پر ابو یوسف (مصنف و تہذیب و مسند دار تفتیشی و ابو داؤد) سے اور نعمان بن سعد (تہذیب) سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ان من سنہ الصلوٰۃ وضع اليمين على الشمال تحت السرة (مصنف میں ذرا مختلف الفاظ سے ہے)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی سنت میں سے یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے ناف کے نیچے۔

اس حدیث پاک کے بیان کے بعد احناف کے مشہور علامہ بدر الدین عینی حنفی عمدة القاری شرح صحیح بخاری جلد نمبر ۵ صفحہ ۲۷۹ پر تحریر کرتے ہیں وقول علی ان من السنہ هذا اللفظ بدعت فی المرفوع عنہم وقال ابو عمر لی المتنبی واعلم ان الصحابی اذا اطلق اسم السنہ فللمراد من السنہ النبی ﷺ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ بے شک سنت ہے یہ لفظ ان کے اس فرمان کو حدیث مرفوعہ میں داخل کر دیتا ہے اور ابو عمر نے کہا ہے کہ جب صحابی کسی امور پر سنت کا اطلاق کرے تو مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ ہوتی ہے یعنی مذکورہ حدیث پاک کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔

یعنی جب صحابی فرماتے کہ ہمیں فلان چیز کا حکم دیا گیا یا فلان چیز سے منع کیا گیا یا فلان چیز سنت میں سے ہے یہ سب فرمائات صحابہ صحیح مذہب کے مطابق حدیث مرفوعہ ہی قرار پاتے ہیں اور مراد اس سے حضور علیہ السلام کے ارشادات ہی ہوتے ہیں (علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واما قال الصحابی امرنا بكذا او نهيانا عن كذا او من السنہ كذا لکلمه مرفوع علی المتنبی الصحیح الذی قال الجعفوري من اصحاب الفنون مقدمہ شرح صحیح مسلم شریف صفحہ ۷۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حدیث مذکور کی سند میں عبدالرحمن بن اسحاق زاوی کو محدثین کرام نے ضعیف قرار دیا ہے جس کی وجہ سے حدیث مذکور ضعیف قرار پاتی ہے مگر مندرجہ ذیل عوامل کی وجہ سے ضعف مذکور مرتفع ہو جاتا ہے۔

(۱) حدیث ضعیف سند کے اعتبار سے اگرچہ ضعیف تسلیم کر لی جاتی ہے مگر یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ وہ متن کے لحاظ سے بھی ناقابل استدلال ہو اس لئے جب حدیث ضعیف کے مضمون مفہوم کے مطابق ہمیں اہل علم کا عمل مل جائے تو وہ حدیث ہرگز ہرگز ضعیف نہیں رہتی ہے۔ ترمذی شریف کی ہر دو جلدوں میں آپ کو متعدد مقامات پر نظر آئے گا کہ حضرت امام ابو یوسف ترمذی ایک حدیث پاک نقل کر کے فرماتے ہیں **هَذَا الْحَدِيثُ غَرِيبٌ ضَعِيفٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ** یعنی یہ حدیث غریب ہے ایک سند سے اور ضعیف ہے ایک دوسری سند سے مگر اہل علم کا عمل اسی پر ہے اس پر مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان میں ہے **قَالَ النَّوَوِيُّ اسْنَادُهُ ضَعِيفٌ نَقْلَهُ مِيرُكَ لَكَانَ التِّرْمِذِيُّ يَرْوِيهِ تَقْوِيَةُ الْحَدِيثِ بِعَمَلِ أَهْلِ الْعِلْمِ** یعنی سید میرک نے امام نووی شافعی سے نقل کیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے اس حدیث کو تقویت دینا چاہتے ہیں۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی شافعی اپنی کتاب تعقیبات (باب السلوۃ زیر حدیث صلوۃ التیمم) میں امام بیہقی شافعی متوفی ۳۵۸ھ سے نقل فرمایا کہ **قَدْ صَرَحَ بِغَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ دَلِيلِ صَحْتِ الْحَدِيثِ بِعَمَلِ أَهْلِ الْعِلْمِ** وہ ان لم یکن لہ اسناد بہتمد علی مثله یعنی متعدد اہل علم نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اس کے لئے کوئی اسناد قابل اعتماد نہ ہو کتاب الروح (مترجم) صفحہ ۳۸ از علامہ ابن قیم حنبلی مطبوعہ نفیس انڈیائی کراچی پر علامہ ابن قیم جوزیہ جو کہ حنبلی المذہب ہیں اور حدیث کے معاملہ میں بہت متشدد ہیں ہمارے دور کے غیر مقلدین ان پر اندھا اعتماد کرے ہیں (اندھا اعتماد اس لئے کہ عدم رفع الیدین کی احادیث مسلم ترمذی ابوداؤد مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتب حدیث متداولہ میں موجود و سند صحیح و حسن مذکور مگر حضرت علامہ ابن قیم حنبلی نے اپنی النار المصنوع فی الحج والاضعیف میں تمام احادیث عدم رفع الیدین کو بے اصل قرار دے دیا اب غیر مقلدین حضرات نے اس کو اپنے حق میں ایک سند کا درجہ دے دیا ہے اور نہ مسلم کو دیکھیں نہ ترمذی و ابوداؤد کو بس مذکورہ قرآن ابن قیمی ورد زبان بنا رکھا ہے)

بہر حال علامہ ابن قیم نے کتاب الروح (مترجم) صفحہ ۵۰ پر میت کو تلقین کرنے کے بارے میں

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا حوالہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں پرانے زمانے سے دستور چلا آ رہا ہے کہ قبر میں میت کو تلقین کی جاتی ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مردہ سنتا ہے اور تلقین سے اسے فائدہ پہنچتا ہے ورنہ تلقین بے کار و غیر مفید ہو جاتی ہے اس سلسلے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے تلقین اچھی سمجھی اور لوگوں کے عمل سے دلیل پکڑی اس بار - میں منجم طبرانی میں ابو امامہ والی ایک ضعیف حدیث بھی آئی ہے۔

امام ترمذی جلال الدین سیوطی، امام نووی اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے تو اہل علم کا عمل دلیل بنایا جب کہ یہاں امام احمد بن حنبل لوگوں کے عمل کو دلیل بنا رہے ہیں اب ہم ان اہل علم کی نشاندہی کرتے ہیں جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

(۱) ترمذی شریف جلد نمبر ۵۳ صفحہ ۵۳ مطبوعہ رحیمیہ دہلی پر امام ترمذی فرماتے ہیں۔

وَارَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهَا تَحْتَ السَّرَّةِ

فوق السرة اور تحت السرة سے پہلے امام ترمذی نے اہل علم صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین کرام کا ذکر فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہی بعضہم میں ضمیر مجرور کا مرجع مذکورہ لوگ ہی ہیں لہذا امام ترمذی علیہ الرحمہ کی تحقیق کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ان تمام لوگوں کے دو مسلک ہوئے ہیں مسئلہ زیر بحث میں ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں اور دوسری جماعت ناف کے نیچے ہاتھ باندھتی ہے۔

بہر حال اہلسنت و جماعت احناف نے صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کے عمل سے دلیل دوم بالکل قابل استدلال ہے اور اہل علم صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کی عملی تائید حاصل ہے۔ اور عملی تائید کے بعد ثابت یہ ہوتا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حضور نبی کریم ﷺ کا عمل مبارک ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس روایت میں ان من السنۃ کے الفاظ وارد کیے ہیں جن کی وجہ سے یہ حدیث حکم مرفوع میں ہے۔ لہذا دلیل دوم دلیل اول کی موید اور دلیل اول سے موید بن گئی جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ آقا نبی پاک ﷺ کا عمل شریف مسئلہ زیر نظر میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے۔

(ii) دوسرا یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے اور اسی کا حکم فرماتے تھے سنت نبوی کہ کبر علاوہ ازیں حضرت ابراہیم نخعی و ابو جندل وغیرہ کے بارے میں صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ یہ لوگ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے

تھے (ان لوگوں کی علمی حیثیت کیا ہے؟ یہ آگے بیان ہو رہی ہے)

(iii) تیسری بات دلیل نمبر ۲ میں مذکور حدیث پاک کے سلسلہ میں عرض ہے کہ جس وقت بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ یا بیہقی وغیرہ مصنفین محدثین نے کتب حدیث تحریر فرمائیں تو ان کے پاس جو روایات پہنچیں ان میں ضعیف راوی بھی آئے، لیکن ان مصنفین محدثین سے بہت پہلے مثلاً جب ابراہیم نخعی کا زمانہ تھا یا جب امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور مبارک تھا اور جب یہ لوگ فتویٰ دیتے تھے یا تدوین نقد کر رہے تھے تو اس وقت زمانہ صحابہ کے قریب ہونے کی وجہ سے درمیان میں واسطے بہت کم تھے بلکہ بہت زیادہ ایسا ہے کہ صرف ایک یا دو واسطوں سے ہی آقا نبی کریم علیہ السلام کا عمل و فرمان ان لوگوں تک پہنچا ہے اس طرح مذکورہ حدیث کی سند میں جو ضعف ہے وہ بعد میں پیدا ہوا جب کہ حضرت امام اعظم اور ان کے اصحاب تک کوئی ضعف نہیں، سو انہوں نے آقا نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مبارکہ پر فتویٰ جاری فرمایا اور اہل علم صحابہ کرام کے عمل کو مشعل راہ بنایا۔ لہذا اس حدیث پاک پر بعد کے محدثین کرام کا حکم ضعف امام اعظم ابو حنیفہ یا ان کے اصحاب کے فتاویٰ کو کزور نہیں کر سکتا ہے۔ اور پھر ان کے متبعین کے عمل پر اس وقت بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ موجودہ دور کے جو اہلسنت حنفی ہیں وہ اس وقت ان روایات کو دلیل نہیں بناتے ہیں بلکہ اپنے متبوع امام کے واسطے سے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل علم صحابہ کرام کے عمل سے دلیل پکڑتے ہیں اس وقت سے جب کہ ان روایات پر کوئی حکم ضعف نہیں تھا یہ بات انشاء اللہ تعالیٰ آگے مزید واضح ہوتی جائے گی۔

دلیل سوم

مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۳۹۰ میں ہے حدثنا وکیع عن ربع عن ابی معشر عن ابراہیم قال نضع یمنہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرة یعنی حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے۔

کتاب الآثار صفحہ ۳۴ پر ہے محمد بن ابی نعیم عن ابی معشر عن ابراہیم انہ کان یضع یدہ الیمنی علی یدہ السری تحت السرة یعنی حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کے بارے میں نقل کیا گیا کہ وہ اپنے فرمان میں بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا حکم دیتے ہیں دوسری روایت میں ان کا عمل

بیان کیا گیا کہ وہ خود بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھا کرتے تھے۔

ابراہیم نخعی کون تھے ان کی علمی حیثیت کیا ہے اس کے لئے بطور ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ایک عقیم شاگرد ہیں حضرت عاتقہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۳۸) حضرت عبداللہ ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۳۸) حضرت عبداللہ ابن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۳۸) تھے ما اخذ شیاء وما اعلم شیئاً الا وعلیہ بقروہ وعلیہ (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۳۸) یعنی جو کچھ میں پڑھتا ہوں اور جانتا ہوں اسے عاتقہ بھی پڑھتے ہیں اور جانتے ہیں۔

ابو نعیم کہتے ہیں انکے نسا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہم یسألون علیہ و یستفتونہ (حوالہ مذکور)

یعنی میں نے صحابہ کرام میں سے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ جو حضرت عاتقہ کے پاس آکر سوال کرتے اور ان سے فتویٰ لیتے تھے۔

ان حضرت کے شاگرد اور بھانجے ہیں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ۔

جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۳۸ پر ہے اخذ عنہ ابراہیم یعنی عاتقہ سے ابراہیم نخعی نے علم حاصل کیا اور روایت کی۔

علاوہ ازیں ابراہیم نخعی حضرت مسروق کے شاگرد ہیں اور مسروق نے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی سے علم حاصل کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر ۳۹ صفحہ ۳۹)

مذکورہ تمام بحث سے نتیجہ یہ نکلا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کے پاس جو علم اپنے ماموں عاتقہ بن قیس اور حضرت مسروق بن ایدر کے ذریعے سے پہنچا ہے وہ حضرت عمر، عثمان، عبداللہ ابن مسعود، حضرت معاذ، حضرت ابی ام الموشنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا تعلیم کیا ہوا ہے۔

اب خود ابراہیم نخعی کی علمی قابلیت و لیاقت دیکھئے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ حضرت ابراہیم نخعی علیہ رحمہ کی وفات ۹۶ھ میں ہوئی جیسا کہ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۶ صفحہ ۲۸۳ پر ہے واجمعوا علی انہ توفی فی سنہ ست و تسعين فی خلافت الولید بن عبدالمطلب، بقولہ یعنی اصحاب سیر کا اجماع ہے کہ آپ کی

وفات ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک کے دور میں کوفہ میں ہوئی۔ البتہ تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر ۱ صفحہ ۷۳ پر ۹۵ھ لکھی ہے اور وفیات الامیاء میں علامہ ابن خلدون نے جلد اول صفحہ ۲۵ پر ۹۵ھ و ۹۶ھ لکھا ہے ۹۶ھ کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے اور آپ کی عمر شریف ۳۹ یا ۵۰ سال تحریر کی گئی ہے (وفیات الامیاء جلد اول صفحہ ۲۶ طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۸۸)

اس حساب سے آپ کی حیات مبارکہ تقریباً ۳۶ تا ۹۶ھ تک محیط ہے اور اس زمانہ میں ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کی ہوگی حضرت ام المومنین کی زیارت کی تو تمام نے تصریح کی ہے مثلاً تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر ۱ صفحہ ۷۳ و دخل علی ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و هو صبی طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۸۷ پر ہے عن ابی معشر عن ابراہیم انہ کلن بسخل علی بعض ازواج النبی ﷺ وہی عائشہ فیری علیہن ثلثا حمرا یعنی حضرت ابراہیم کے بارے میں ابو معشر نے کہا کہ وہ بعض ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جن میں حضرت عائشہ بھی ہیں اس پر ایوب نے سوال کیا کہ کیف کلن بسخل علیہن یعنی وہ ان کی خدمت میں کیوں کر حاضر ہو سکتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کلن یحج مع عمہ وخالہ علقمہ والاسود قبل ان یعتلم قل وکلن ینہم و ین عائشہ اخلاء و یعنی حضرت ابراہیم بلوغ سے پہلے اپنے چچا اسود اور باموں ملتزم کے ساتھ حج کرنے جاتے تھے تو امات المومنین کی پارگاہ میں حاضری دیتے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان لوگوں میں محبت اور بھائی چارے کا رشتہ تھا۔

بہر حال حضرت ابراہیم نخعی نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا امات المومنین کی خدمت میں حاضری دی اور یقیناً یہ چیز ان کی علمی اور عملی پیشگی کے لئے بہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی ان کی اپنی علمی قابلیت کی۔

طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ صفحہ ۷۳ پر اور تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۷۳ پر ہے کہ عبدالملک بن ابی سلیمان کہتے ہیں راہت سعید بن جبیر یستفتی فیقول استفتونی و حکم ابراہیم یعنی جناب سعید بن جبیر کے پاس کوئی فتویٰ لینے آتا تو فرماتے کہ تم مجھ سے فتویٰ لیتے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم نخعی موجود ہیں۔

عاصم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ابوداؤد سے مسئلہ پوچھنے آتا تو وہ اس کو ابو رزین کے پاس بھیج دیتے اور ساتھ میں تاکید کر دیتے کہ جو کچھ ابو رزین تجھے جواب دیں وہ مجھے بھی بتاتے جانا لیکن جب کوئی شخص ابو رزین کے پاس سوال کرتا تھا تو وہ اس کو ابراہیم نخعی کے پاس بھیج

دیتے اور ساتھ ہی سائل کو تاکید کر دیتے کہ جو کچھ ابراہیم نخعی تجھے کہیں وہ مجھے بھی بتاتے جانا۔ (طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۸۷)

ابن عون کہتے ہیں حضرت ابراہیم نخعی کی وفات کے بعد میں امام شعی علیہ الرحمہ کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ کیا تم ابراہیم نخعی کے دفن کے وقت وہاں موجود تھے؟ میں نے بتایا تو امام شعی نے فرمایا واللہ ما ترک بعدہ مثلاً قلت بالکوفہ؟ قال لا بالکوفہ ولا بالبصرہ ولا بالشام ولا بکنا ولا بکنا وزاد محمد بن عبد اللہ ولا بالحبشہ (طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۸۸)

یعنی امام شعی (بست بر سے محدث و قیصر) نے فرمایا کہ ابراہیم نخعی کے بعد ان جیسا کوئی نہیں رہا۔ (ابن عون کہتے ہیں) میں نے کہا ”کیا کوفہ میں؟“ شعی نے جواب دیا نہ تو کوفہ میں نہ بصرہ میں نہ شام میں نہ وہاں نہ وہاں اور نہ ہی حجاز میں ”امید ہے کہ مندرجہ بحث کے بعد آپ پر ابراہیم نخعی کے بارے میں کافی کچھ واضح ہو گیا ہوگا۔

اور پھر ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام کے قول و عمل پر کسی چٹنگی کا اظہار فرماتے تھے ”علامہ ڈاکٹر محمد رداس قلعد جی پروفیسر یونیورسٹی طہران، سعودی عرب“ اپنی کتاب ”نقد ابی بکر“ کے مقدمہ میں صفحہ ۱۵ (مطبوعہ ادارہ معارف اسلامی منسورہ لاہور) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرات ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

”کسی گروہ کے لئے گناہوں کا اتنا ہی بوجھ کافی ہے کہ اس کے اعمال صحابہ کرام کے اعمال کے مخالف ہوں۔“

حضرات ابراہیم نخعی کے اس فرمان کو بار بار پڑھیے اور غور فرمائیے کہ جو شخص صحابہ کرام کے اعمال کے خلاف عمل کرنے کو گناہ یقین کرتا ہے یقیناً اس کی اپنی زندگی سیرت صحابہ کا ایک بہترین عکس اور پر تو ہوگی تو جناب یہ حضرت صحابہ کرام کے زمانہ میں بلکہ حج اور دیگر مواقع پر اور خود کوفہ میں صحابہ کرام کے ساتھ اور سامنے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں اور انہیں کے عمل سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے اساتذہ ملتزم، مسروق، اسود وغیرہ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے ورنہ کوئی تو اختلاف وارد ہوتا۔ اور جب معاملہ یہ ہے تو حضرت علی خصوصاً اور تمام خلفائے راشدین و اہل صحابہ کرام کا بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا واضح ہوتا ہے۔ جب کہ دلیل نمبر ۲ میں ہم حضرت علی کا عمل بھی اور ان کا اس سلسلے میں حکم بھی بیان کر چکے ہیں مزید یہ کہ اتنی ساری بحث کے بعد دلیل نمبر ۲ والی حدیث پاک کے مضمون کا احقاق

بھی بالکل واضح و ثابت ہو جاتا ہے کہ جب حضرت علی کے شاکر دناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں تو یقیناً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور دیگر صحابہ کرام کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا تب ہی تو ایسا کر رہے ہیں اور جب حضرت علی کی مروی روایت کا مضمون ثابت ہو گیا تو چونکہ اس میں ان من السنہ کے الفاظ ہیں لہذا آقا علیہ السلوۃ والسلام کا عمل مبارک بھی واضح ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے اور دلیل اول سے پہلی بات بالکل واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے۔

دلیل چہارم

مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۱ پر روایت ہے حجاج بن حسان فرماتے ہیں سمعت ابا مجلہ او سئلہ قل قلت کیف یضع؟ قل یضع باطن کف بيمينه علی ظہر کف شماله و یجعلها اسفل من السرة یعنی حضرت ابو مجلہ سے سوال کیا کہ ہاتھ کیسے باندھے جائیں؟ انہوں نے جواب دیا دائیں ہاتھ کی پتیلی کو بائیں ہاتھ کے ظاہر ناف کے نیچے باندھے۔ ابو مجلہ کون ہیں؟

طبقات ابن سعد جلد نمبر ۷ صفحہ ۳۶۸ پر خراسان میں رہائش پذیر تابعین کرام میں دوسرے نمبر پر ابو مجلہ لاحق بن حمید السدوسی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ کاف تھا لہذا احادیث یعنی آپ ثقہ ہیں اور آپ سے احادیث کریمہ مروی ہیں۔

ترغیب الغیب جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۲۲۷ پر ہے ابو مجلہ عن ابن عباس روی عنہ یزید بن حبان یعنی آپ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں اور ان سے یزید بن حبان نے روایت کی ہے۔

دلیل چہارم میں بھی ایک ثقہ تابعی سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ثابت ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ انہوں نے بھی صحابہ کرام کو اور دیگر اہل اسلام کو اپنے وقت میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے دیکھا چونکہ یہ حضرت ابن عباس کے شاگرد ہیں لہذا اس روایت کی روشنی میں حضرت ابن عباس کا بھی یہی عمل واضح ہوتا ہے۔

دلیل پنجم

علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان ابن الترمکائی متوفی ۷۷۵ھ الجوہر النقی علی البیہقی جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۱ پر تحریر کرتے ہیں قل ابن حزم و روينا عن ابي هريره وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة

یعنی ابن حزم نے فرمایا کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھا جائے۔ مزید فرماتے ہیں۔

وعن انس بن مالک ثلاث من اخلاق النبوة تعجيل الانظلو و تلخير السجود وضع اليد اليمنی علی اليسری فی الصلوۃ تحت السرة (حوالہ مذکور)

یعنی حضرت انس بن مالک سے بھی ہم نے روایت کی کہ تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں انظار جلدی کرنا، سحری دیر سے اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔ دلیل پنجم میں ابن حزم سے دو روایات بحوالہ الجوہر النقی ذکر کی گئیں ہیں جن میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایات ہیں جن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے

دلیل ششم

قرآن مجید سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۸ میں اللہ پاک کا فرمان ہے ولوموا اللہ فلتتین یعنی اللہ پاک کی بارگاہ میں حالت نماز میں ادب سے کھڑے ہوئے کرو۔

نماز میں اگر حالت قیام میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں تو مکمل ادب و احترام کی کیفیت پیدا ہوتی ہے بخلاف دیگر طریقوں کے لہذا آیت مذکورہ دیگر تمام دلائل کی تائید بھی کرتی ہے اور بطور خود ایک دلیل ہے ہماری محرومات پر۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے دلائل اختصاراً بیان کیئے گئے ہیں اور ان کی علمی پوزیشن بھی واضح کر دی گئی ہے اگلے باب میں ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

باب سوم

دلیل اول (ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا)

علامہ نووی شافعی علیہ الرحمہ نے شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۷۳ پر اپنے موقف پر دلیل دی ہے دلیل و ضعیف لونی السرة حلیت وائل بن حجر قل صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یدہ الیمنی علی یدہ اليسری علی صلوة رواہ ابن خزيمة فی صحیحہ

یعنی ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجر نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلوۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں

ہاتھ پر باندھا بیٹھنے پر۔ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت فرمایا۔

حدیث بالا میں ”بیٹھنے پر ہاتھ باندھنے“ کا ذکر ہے لیکن شوافع کا موقف ناف کے اوپر بیٹھنے سے نیچے ہاتھ باندھنے کا ہے سمجھ نہیں آتی کہ یہ حدیث پاک ان کی دلیل کس طرح ہے؟

امام نووی شافعی نے اپنا مسلک خود شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر ذکر فرمایا ہے
وَجَعَلَهُمَا تَحْتَ صَلَوةِ لَوْقٍ سَوْتَهُ هَذَا مَذْهَبُنا الْمَشْهُورُ لِیَعْنِی نَافَ کے اوپر بیٹھنے سے نیچے ہاتھ باندھنے جائیں یہی ہمارا مشہور مذہب ہے۔

صحیح ابن خزیمہ کی حدیث پاک کی سند ملاحظہ فرمائیں۔

اخبرنا ابو ظہرنا ابو بکر ابو موسیٰ نامولنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن ایہ عن وائل بن حجر (ابن خزیمہ جلد اول صفحہ ۲۳۳) یہ سند ضعیف ہے اس میں مول راوی ہے جس پر جرح کی گئی (اس کا تفصیلی بیان آخری باب میں ملاحظہ فرمائیں)

اس دلیل پر ہم نے دو امر پیش کیے ہیں۔

(۱) یہ کہ اس کی سند نہایت ضعیف ہے۔

(۲) اس میں بیٹھنے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے موقف پر دلیل ہی نہیں بن سکتی ہے۔

دلیل دوم

ابوداؤد شریف (نسخہ ابن اعرابی) جلد اول صفحہ ۷۷ (بر حاشیہ مطبوعہ۔ مکتبہ امدادیہ لبنان) پر ہے کہ عن ابن جریر الضبی عن ایہ قال رايت علیاً رضی اللہ عنہ یسک شملہ یمینہ علی الوسخ فوق السرة یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ انہوں نے اپنا پایاں ہاتھ بائیں پر ناف کے اوپر باندھ رکھا ہے۔

(۱) اس حدیث پاک کی سند کچھ یوں ہے حدثنا محمد بن قلابہ بن علی عن ابی ہریر عن ابی طلحہ عن عبدالسلام عن ابن جریر الضبی عن ایہ قال رايت علیاً رضی اللہ عنہ (ابوداؤد شریف نسخہ ابن اعرابی)

اس سند میں ابو بدر شجاع بن ولید موجود ہے جس کے بارے میں محدثین کرام کی رائے درج ذیل ہے۔

(۱) علامہ بیہقی کہتے ہیں۔

لہذا ابو حاتم یعنی ابو حاتم نے انہیں کمزور بتایا ہے (تعلیق الحسن صفحہ ۸۹)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری میں اور علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں صفحہ پر فرمایا ابن الحدیث شیخ لیس بالمتقن فلا یحتج بہ یعنی روایت میں کمزور ہیں اور سنن نہیں ہیں ان سے دلیل نہ پکڑی جائے کی بات تہذیب التہذیب جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۳ پر ہے۔

(۳) علامہ بیہقی مزید فرماتے ہیں قال الجافظ فی التقریب لہ اوہم یعنی ابو بدر شجاع بن ولید کے بہت زیادہ وہم ہیں (التعلیق الحسن صفحہ ۸۹)

(۴) امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ پر حضرت وکیع سے یہی روایت نقل فرمائی مگر اس میں لوق السرة کے الفاظ نہیں ہیں ملاحظہ فرمائیں حدثنا وکیع قال حدثنا عبدالسلام بن شداد الحریری ابو طلحہ قال ناظرنا ابن جریر الضبی عن ایہ قال کان علی اذا قلم فی الصلوة وضع یمینہ علی راسہ ولا یزال کذلک حتی یرکع حتی ملو کع الا ان یصلح ثوبہ او یحک جسدہ

بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۲۹ پر یہی حدیث پاک موجود ہے۔ لیکن اس میں بھی فوق السرة کے الفاظ نہیں ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں امام بیہقی فرماتے ہیں واخبرنا ابو الحسن بن بشران ثنا جعفر بن محمد الأنصاری بن نصیر الغلفی اسلاء ثنا ابراہیم بن عبد اللہ ابن مسلم ثنا ابن ابراہیم ثنا عبدالسلام بن ابی حاتم ثنا غزوان بن جریر عن ایہ انہ کان شلید اللزوم لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کان علی رضی اللہ عنہ اذا قلم فی الصلوة فکبر فضرب یمینہ الیمنی علی راسہ الا یرسل فلا یزال ارفع مندرجہ بالا دونوں روایتوں میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں روایات بھی عبدالسلام ابو طلحہ غزوان بن جریر سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کر رہے ہیں مگر ان روایات میں فوق السرة کے الفاظ نہیں ہیں یہ الفاظ صرف ابو بدر شجاع بن ولید والی روایت میں ہیں اور ابو بدر شجاع کے متعلق ہم محدثین کرام کا نقطہ نظر عرض کر چکے ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ محدث محمد بن علی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں لوق السرة کی زیادتی کو غیر محفوظ فرمایا ہے (آثار السنن صفحہ ۸۹)

(۳) اس روایت کے متعلق تیسری عرض یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کسی ایک شاگرد سے بھی عملاً اس روایت کی توثیق نہیں ہوتی۔ بلکہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے شاگردوں سے ”تحت السرة“ علی توثیق ہوتی ہے کہ وہ حضرت علی سے تحت السرة کی روایت بھی کرتے ہیں اور خود بھی اسی پر عمل کرتے ہیں باب دوم میں اس کی پوری وضاحت ہو چکی ہے۔

دلیل سوم

حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ نے سنن الکبریٰ یعنی بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۱ پر ایک اثر ذکر فرمایا ہے عن ابی الزہیر قال امرنی عطاء ان اسئل سعیداً ان تکنون البدان فی الصلوة فوق السرة او اسئل من السرة لاسئلہ عنہ فقال فوق السرة یعنی ابو الزہیر کہتے ہیں کہ مجھے عطاء نے کہا کہ میں حضرت سعید بن جیر سے پوچھ کر آؤں کہ ہاتھ کہاں باندھے جائیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ناف کے اوپر۔

سب سے پہلے ہم اس روایت کی سند کا جائزہ لیتے ہیں امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اس کی سند یوں بیان فرمائی ہے اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحاق انہا الحسن بن یعقوب ثنا یحییٰ بن ابی طالب البنان زادنا سفیان عن ابن جریج عن ابی الزہیر

(۱) روایت ابن جریج نے ابو الزہیر سے کی ہے ابن جریج کا پورا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج ہے (تمذیب التذیب جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۲۸۸) ان کے بارے میں میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۵۹ پر ہے احد اعلام الفضل بلس یعنی وہ مشہور ثقات میں سے ہیں مگر تدلیس کرتے تھے قال احمد بن حنبل بعض هذه الاحادیث التي كان يوصلها ابن جریج احادیث موضوعہ کان ابن جریج لا یبلی من ان یأخذها یعنی ابن جریج کی بعض وہ احادیث جنہیں وہ مرسل بیان کرتا ہے موضوع ہوتی ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابن جریج کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ کہاں سے وہ حدیث پاک لے رہے ہیں۔ حافظ علیہ الرحمہ نے تقریب میں فرمایا کہ ثقہ فقیہ الفضل و کان بلس و یوصل یعنی ثقہ، فقیہ و فاضل تھے لیکن تدلیس و ارسال کرتے تھے (تعلیق الحسن صفحہ ۹۰)

(۲) اسی سند میں زید بن الجباب ہے جو یہاں سفیان ثوری سے روایت کر رہا ہے۔ میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۰۰ پر اس کے متعلق ہے قد قال ابن معین احادیث عن الثوری مقلوبہ یعنی ابن معین نے فرمایا ہے کہ زید بن جباب نے جو روایات سفیان ثوری سے کی وہ مقلوب ہیں وقال احمد صدوق کثیر الخطاء یعنی امام احمد حنبل نے فرمایا کہ زید بن الجباب اگرچہ صدوق ہے مگر کثیر الخطاء بھی ہے۔

تعلیق الحسن صفحہ ۹۰ پر ہے قال ابن عدی لہ احادیث تستضرب عن سفیان الثوری من جہہ اسنادھا یعنی جو روایات زید بن جباب سفیان ثوری سے کرتا ہے وہ اسناد کے اعتبار سے غریب ہوتی ہیں علامہ ابن حجر نے فرمایا تقریب میں صدوق یخطئ یعنی زید بن جباب صدوق تو ہے مگر خطا کرتا ہے ابو عاتم اور ابن معین نے کہا ثقہ بقلب حدث الثوری یعنی

اگرچہ ثقہ ہے مگر سفیان ثوری کی احادیث میں قلب کرتا ہے۔

(۱) اس سند میں یحییٰ بن ابی طالب بھی ہے جو زید بن الجباب سے روایت کر رہا ہے اس کے متعلق میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۸۷ پر ملاحظہ فرمائیں قال موسیٰ بن بلون اشہد انہ یکنف یعنی موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں وہ گواہی دیتا ہوں کہ بے شک یحییٰ بن ابی طالب کذب بیانی کرتا ہے ابو عبیدہ اجری نے کہا خط ابو نانوہ علی حلیث یعنی ابی ظلمب یعنی امام ابو داؤد نے یحییٰ بن ابی طالب کی روایت پر کبیر کھنچ دی۔

ملاحظہ فرمایا کہ ایک ہی سند میں اتنے ضعیف راوی ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ محدث نبوی نے اس اثر کے متعلق لکھا ہے اسنادہ لیس بقوی یعنی اس کی اسناد قوی نہیں ہیں (آثار السنن صفحہ ۸۹)

اس کے باوجود حضرت امام بیہقی علیہ الرحمہ دعویٰ فرماتے ہیں کہ یہ اثر اس باب میں صحیح ترین اثر ہے واصلہ اثر روی فی هذا الباب اثر سعید بن جبیر (بیہقی شریف جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۱)

اس دلیل کے متعلق دوسری گزارش یہ ہے کہ اہل مطالعہ پر بالکل واضح ہے یہ بات کہ حضرت سعید بن جیر کا مسلک ہاتھ باندھنا ہے ہی نہیں بلکہ وہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں بلکہ اس مسئلہ میں ان کی شدت کا عالم درج ذیل روایت سے ملاحظہ فرمائیے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۹۲ پر اس طرح روایت ہے حدثنا یحییٰ بن سعید عن عبد اللہ بن العزیز قال کنت اطوف مع سعید بن جبیر لراوی رجلاً بصلی واضعاً احدى يديه على الاخرى هذه على هذه وهذه على هذه لثوب لفرق بينهما ثم جاءه یعنی عبد اللہ بن میراز کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن جیر کے ساتھ طواف کر رہا تھا کہ آپ نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا فوراً اس کے پاس پہنچے اور اس کے ہاتھ چھڑوا دیے پھر واپس آئے۔

ملاحظہ فرمایا کہ حضرت سعید بن جیر طواف کو چھوڑ کر اس شخص کو ہاتھ چھڑوانے پہنچ گئے۔ اس سند میں حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ ہیں، یحییٰ بن سعید ہیں اور عبد اللہ بن میراز کوئی ایک راوی بھی مجروح عند المحدثین نہیں ہے کتب رجال میں تحقیق کر کے دیکھ لیں۔

جب کہ بیہقی شریف میں جو حضرت سعید بن جیر کا ہاتھ باندھنا ناف پر مذکور ہوا انتہائی احتمالی ضعیف ہے اور پھر اس کی کوئی تائید ہی نہیں ملتی کہ ہم اس کی طرف کوئی توجہ

کریں۔ پھر یہی شریف کا یہ اثر صحیح ترین کیسے بن گیا؟ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے میں اگر صحیح ترین اثر (بقول امام بیہقی) یہ ہے (تو باقی کا قیاس کس پر کریں؟)

مزید امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ فرمایا ہے وکذلک قالہ ابو مجلذ لاحق بن حمید یعنی ابو مجلذ لاحق بن حمید نے اسی طرح فرمایا ہے (کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں) حالانکہ ہم باب دوم میں واضح کر چکے ہیں کہ ابو مجلذ کا مذہب یہ نہیں ہے بلکہ وہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ پر صحیح سند کے ساتھ ضروری ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام بیہقی نے یہاں کوئی سند ذکر نہیں کی بلکہ صرف ذکر کر کے خاموش ہو گئے ہیں۔

دلیل چہارم

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ نے ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۳ پر فرمایا ہے کہ وروی بعضہم ان يضعہما فوق السرة چونکہ ہم ضمیر کا مرجع صحابہ کرام و تابعین کرام ہیں لہذا امام ترمذی واضح یہ کرنا چاہتے ہیں صحابہ کرام اور تابعین میں سے ایک جماعت ناف کے اوپر ہاتھ باندھتے تھے لیکن نہ تو امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے کوئی حدیث پاک یا اثر ذکر فرمایا نہ ہی دیگر علمائے شافعیہ نے دلیل اول میں حضور نبی کریم ﷺ کا ضعیف سند سے عمل پیش ہوا لیکن وہ سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے تاکہ ناف کے اوپر اور سینے سے نیچے۔

دلیل ثانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ناف سے اوپر ذکر ہوا لیکن سند ضعیف اور پھر اس کی تائید حضرت علی کے کسی شاگرد یا کسی دوسرے صحابی کے عمل سے نہیں ہوتی۔

دلیل ثالث میں حضرت سعید بن جبیر کا اثر مروی ہوا مگر وہ بھی انتہائی ضعیف ہے اور پھر یہ کہ ان کا مسلک ہی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا ہے۔

دلیل رابع امام ترمذی علیہ الرحمۃ کا فرمان ہے مگر کسی ایک صحابی یا تابعی کا عمل سند صحیح ثابت نہیں ہو سکا۔

بلکہ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے بھی دونوں طرف بات کو ڈال دیا ہے فرماتے ہیں وکل ذلك واسع عنہم یعنی دونوں طرف دلائل ہیں لہذا دونوں صحیح ہیں۔ (ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۵)

شواہغ کے دلائل کی کمزوری اس وقت بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے جب ہم اس بات پر غور

کرتے ہیں کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی وغیرہ تمام شافعی المسلک ہیں اور بہت سرگرم علمائے شافعیہ ہیں مگر ایک بھی حدیث پاک یا اثر مسلک شافعی پر اپنی کتب میں بیان نہیں کر سکے ہیں۔

امام نووی شافعی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر اپنا مذہب مسئلہ مذکور میں بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ وہ قال الجمهور یعنی جمہور علماء کی فرماتے ہیں کہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں۔

اگر جمہور سے مراد امت کے جمہور علماء ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے اس پر کوئی دلیل نہیں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا دراصل یہاں جمہور سے مراد مسلک شافعی کے جمہور علماء ہیں کیوں کہ شواہغ میں سے کچھ نے سینے پر ہاتھ باندھنے کا قول کیا ہے لہذا امام نووی شافعی علیہ الرحمۃ بیان فرما رہے ہیں کہ وجعلہما تحت صدرہ و فوق سرتہ ہذا منہینا المشہور وہ قال الجمهور یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر باندھے اور یہی ہمارا مشہور مذہب ہے اور یہی جمہور علماء (شافعیہ) نے فرمایا ہے (شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳)

باب چہارم

(قیام میں ہاتھ چھوڑنے کا بیان)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایت ہیں ایک تو امام شافعی کے موافق ہے یعنی ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے جب کہ دوسری ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی روایت ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے (رحمۃ اللہ علیہ فی اختلاف الامم ج ۲ ص ۳۲)

ناف سے اوپر ہاتھ باندھنے کے دلائل اور ان کا تجزیہ بیان ہو چکا ہے لہذا اب یہاں ہم ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کے دلائل اور ان کا جائزہ لیتے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا امام مالک تالیف فرمائی ہے اور حدیث پاک کی سب سے پہلی باتعدہ کی کتاب ہے مگر امام مالک نے اپنی اس کتاب میں نہ تو اس مسئلہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اس پر کوئی حدیث پاک یا اثر ذکر فرمایا ہے۔

جہاں تک ہماری معلومات ہیں مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۱، ۳۹۲ پر امام ابو یوسف ابن ابی شیبہ نے پانچ روایات ذکر فرمائی ہیں کسی ایک روایت میں آقا نبی کریم ﷺ کے عمل مبارک کی کوئی روایت نہیں ہے نایاب جلد صحابہ کرام سے کوئی ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

پہلی روایت میں حسن و منیرہ ابراہیم سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی روایت ذکر کر رہے ہیں مک
اس کی سند میں شیم ہیں جن کے بارے میں تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۲۳۹ پر علامہ امام ذہبی
ائمہ حدیث کے فرمائات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں قلت لا نزاع لی انہ کلان من الحفاظ
الغلات الا انہ کثیر التعلیل لقد روی عن جملہ لم یسمع منهم یعنی وہ بے شک ثقات حفاظ
سے تو ہیں مگر کثرت سے تعلیل کرتے ہیں انہوں نے ایک پوری جماعت سے روایت کی مگر ان
سے حدیث پاک کا سماع کیا ہی نہیں یعنی بلا سماع ہی ان سے روایت کر دیتے ہیں۔

تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۶۰ پر ہے ابو عبید اللہ ابراہیم کہتے ہیں قدم علینا بشیم البصرۃ لذلک نہ
لشعبہ فقال ان حدیثکم عن ابن عباس و ابن عمر لصدقہ یعنی ہمارے پاس بصرۃ میں شیم
تشریف لائے تو ہم نے ان کا ذکر حضرت شعبہ سے کیا انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ ابن عباس و
ابن عمر سے روایت کریں تو تصدیق کرنا (یعنی باقی میں نہیں)
طبقات ابن سعد جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۱۳

یہلیس کثیرا لما قال فی حلیۃ اقاہو صحیحہ وما لم یقل فلیس بشی یعنی وہ کثرت سے
تعلیل کرتے تھے جس روایت میں اقاہیں وہ صحیح ہے باقی کی کوئی حیثیت نہیں۔
امام احمد ابن حنبل نے اس جماعت محدثین کے نام گنوائے ہیں جن سے شیم روایت کرتے
ہیں بغیر سماع کے (تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۶۲ ملاحظہ فرمائیں) اسی روایت میں دوسرے
راوی یونس بن ابی اسحاق ہیں جو حسن و منیرہ سے یہاں روایت کر رہے ہیں ان کے بارے میں
تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۲۳۳ پر ہے کہ علی بن الدین کہتے ہیں سمعت یحیی و ذکرو
یونس بن ابی اسحاق فقال کلث فیہ غفلة غفلة یعنی کئی کہتے ہیں کہ یونس میں غفلت شدیدہ
تھی آگے ہے کہ قال لاثر سمعت احمد یضعف یونس عن ابیہ کہ امام احمد بن حنبل
یونس کی اپنے باپ سے روایت کو ضعیف جاتے تھے۔

مزید امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ بن احمد اپنے والد یعنی امام احمد بن حنبل سے
روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یونس کے بارے میں فرمایا کہ عن ابیہ حدیث مضطرب یعنی
اس کے باپ کی روایت والی حدیث مضطرب ہوتی ہے قال اساجی صلووی و ضعفہ بعضهم یعنی
سامی نے کہا کہ اگرچہ وہ صدوق ہیں لیکن بعض نے ان کو ضعیف بھی بتایا ہے۔ (تہذیب
التہذیب جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۲۳۳)

دوسری روایت حضرت ابن زبیر کے بارے میں تیسری ابن سیرین جو تھی ابن سیب اور

پانچویں سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہما) کے متعلق ہے کہ یہ چاروں بزرگ ہاتھ چھوڑ کر نماز
پڑھتے تھے۔ ان میں ابن زبیر صحابی ہیں جب کہ ابن سیرین ابن سیب اور ابن جبیر تابعی
ہیں۔

اب ان تمام روایات کے متعلق ہماری درج ذیل گزارشات ہیں جن میں آپ کے لئے دعوت
فکر ہے۔

(۱) اس سلسلے میں آقا نبی کریم ﷺ سے جو روایات ہمیں ملتی ہیں وہ سب کی سب ہاتھ
باندھنے کی ہیں ایک روایت بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے کی نہیں ہے۔
تفصیل کے لئے ذیل میں ہم کتابوں کے حوالہ پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے جائیں۔

(۱) بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۰۲ (۲) مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۴۳ (۳) ترمذی شریف جلد
اول صفحہ ۵۳ (۴) نسائی شریف جلد اول صفحہ ۱۳۱ (۵) ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۱۷ (۶) ابن
ماجہ شریف صفحہ ۵۹ (۷) سنن داری جلد اول صفحہ ۳۱۳ (۸) مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ
۳۹۰ (۹) تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۸ تا ۳۱ (۱۰) مسند امام احمد ابن حنبل جلد نمبر صفحہ (تکلیف
عشورۃ کاملہ) (تمام روایات آئندہ باب میں مکمل تفصیل سے آ رہی ہیں)

اب رہ گئے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما تو خوب یاد رکھ لیجئے کہ ان کا مسلک بھی ہاتھ باندھ کر
ہی نماز پڑھتا ہے جیسا کہ ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۱۷ پر موجود ہے عن زید بن
عبید اللہ عن حمزہ بن عبد المطلب عن ابی الدرداء عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ
زبیر فرماتے ہیں کہ نماز میں قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

بہر حال تمام صحابہ کرام اور خود نبی کریم ﷺ کا عمل مبارک نماز میں ہاتھ باندھنا ہے
اجلہ تابیین سے بھی یہی مروی ہے۔

لہذا اسنے دلائل قویہ کی روشنی میں فقط حضرت ابن سیرین ابن سیب اور ابن جبیر (رحمۃ اللہ
علیہ) کے عمل پر اکتفا نہیں ہو سکتا ہے۔

(غیر مقلدین کا موقف اور دلائل)

(ح) جائزہ دلائل

(یعنی پر ہاتھ باندھنا)

مسئلہ وضع الیدین میں ائمہ حدیث کا موقف ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھے جائیں قرون اولیٰ میں

ہمیں یہ موقف نہیں ملتا ہے کچھ شافعی حضرات نے یہ موقف اپنایا مگر جمہور علمائے شافعیہ نے اس کی تردید کی چنانچہ شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۷۳ پر علامہ نووی شافعی کی عبارت ہذا لفظینا المشہور و بالقل الجمہور ہم گذشتہ ابواب میں نقل کر چکے ہیں۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۴ پر علمائے حنفیہ کے مسلک پر اس طرح گفتگو فرمائی وری بعضہم ان یضع فوق السرة وری بعضہم ان یضع تحت السرة یعنی بعض کی رائے فوق السرة کی ہے اور بعض کی تحت السرة کی ہے معلوم ہوا امام ترمذی علیہ الرحمہ تک تو اس مسلک کا نام و نشان نہیں تھا۔

بہر حال غیر مقلدین اس مسئلہ میں بھی کافی شدت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور جمہوت جیسی حرکت سے بھی باز نہیں آتے۔ مسئلہ وضع الیدین کے سلسلہ میں جب ہم نے غیر مقلدین کی کتابیں دیکھیں اور ان کے دینے ہوئے حوالہ جات کی تفتیش کی تو جو نتیجہ درج ذیل برآمد ہوا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) غیر مقلدین نے صحیح ابن خزمہ سے ایک حدیث پاک دلیل بنائی ہے (اس پر تفصیلی گفتگو ہم انشاء اللہ تعالیٰ دلائل کے ضمن میں کریں گے) اس کی سند فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۳۳۳ پر غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اس طرح بیان فرماتے ہیں (اور ساتھ یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بظاہر صحیح ابن خزمہ کی یہ حدیث حسب ذیل سند سے مروی ہے) عن عفان عن یسلم عن محمد بن حجلوة عن عبد الجبار بن وائل عن علقمہ بن وائل و مولیٰ لہم عن ایہدہ دیکھئے انتہائی عجیب بات ہے کہ حدیث موجود ہو صحیح ابن خزمہ میں ذکر کریں ابن خزمہ اور سند ذکر کریں مولانا عبدالرحمن مبارک پوری اور وہ بھی ان کے خیال میں اور وہ بھی بظاہر خدا کے بند و اصل کتاب دیکھو اور اس کی سند دیکھو اگر دیگر دلائل کے مقابلہ میں دینی ہے تو ضرور عمل بھی کرو تبلیغ بھی کرو مزید حضرت ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں اور اسی سند سے مسلم شریف میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے یائیں الفاظ مروی ہے ثم وضع یدہ الیمنی علی السری جلد اول صفحہ ۷۳ یعنی بیان فرما رہے ہیں کہ مسلم شریف کی فلاں جلد فلاں صفحہ پر یہی سند موجود ہے یعنی اصل معاملہ کا اقرار بھی ہے اور پردہ بھی ڈالا جا رہا ہے۔

بہر حال یہ حضرت ثناء اللہ صاحب امرتسری اور حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری کی انتہائی غلط بیانی ہے یہ انہوں نے مسلم شریف کی سند اس حدیث کے ساتھ چسپاں کر دی ہے اصل میں صحیح ابن خزمہ جلد اول صفحہ ۲۳۳ پر یہ حدیث مع سند اس طرح ہے انخبرنا ابو

طلحونا ابو یکرنا ابو موسیٰ ناموسلنا سنان عن عامر بن کلیب عن ایہدہ عن وائل ابن حجر قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ فوضع یدہ الیمنی علی السری علی صلوہ (صحیح ابن خزمہ جلد اول صفحہ ۲۳۳)

اس مسئلہ میں یہ پہلا جمہوت ہماری نظروں میں آیا غیر مقلدین کی طرف سے خدا کے بند سے یہ جمہوت گھڑتے ہوئے اتنا تو سوچ لیتے کہ عفان سے ابن خزمہ کی ملاقات اور سماع ثابت بھی کر سکو گے یا نہیں؟

عفان کا پورا نام عفان بن مسلم بن عبد اللہ الصفار ہے بصرہ میں پیدا ہوا بغداد میں ۲۲۰ھ میں وفات ہوئی۔ (طبقات ابن سعد جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۹۸)

اور طبقات ابن سعد جلد نمبر ۷ صفحہ مذکورہ پر ہی ہے کہ ... کفہ ولدہ سنہ اربع و ثلاثین ومائتہ یعنی عفان ۲۲۰ھ میں پیدا ہوا اور شیخ الاسلام ابن خزمہ علیہ الرحمہ تذکرۃ الحفاظ جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۳۰ پر ہے کہ ولدہ سنہ ثلاث و عشرين و مائتين یعنی ابن خزمہ کی ولادت ۲۲۳ھ میں ہوئی ابن دیکھئے کہ عفان کی وفات ۲۲۰ھ میں ہوئی جب کہ ابن خزمہ ۲۲۳ھ تین سال بعد پیدا ہو رہے ہیں تو انہوں نے ان سے روایت کیسے کر لی؟

یہ ہے الجھڑیٹ کے شیخ الاسلام اور حضرت مبارکپوری کی نظر رجال حدیث پر اور یہ شیوخ اسلام لیتے ہیں تو طبقہ خادمین کا عالم کیا ہوگا؟

(۲) فتاویٰ ثنائیہ میں فرقہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام جناب ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں اور فتاویٰ علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹ پر بھی فرمایا ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے اور رفع یدین کرنے کی روایات بخاری و مسلم اور ان کی شروحات میں بکثرت ہیں۔

(۳) مزید مولانا ثناء اللہ امرتسری فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۳۵۷ پر فرماتے ہیں نبی ﷺ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھا کرتے تھے صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے یہ بھی غلط ہے کیوں کہ بخاری شریف میں تو کوئی ایسی حدیث پاک نہیں ہے۔

(۴) غیر مقلدین کے مشہور مناظر حضرت ابو خالد نور حسین مگر جاکھی اپنی کتاب ”اثبات رفع الیدین“ کے صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث واکل بن حجر مسلم شریف جلد نمبر اول صفحہ ۷۳ ابوداؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۵۳ ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۶۳ وار تلمیذی جلد اول صفحہ ۱۸ داری جلد اول صفحہ ۷۰ مسند احمد جلد اول صفحہ ۱۲ اور مشکوٰۃ شریف پر موجود ہے علامہ مگر جاکھی نے احادیث پاک کی مشہور کتابوں کے صفحہ تک ذکر فرمائے ہیں مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ان کتابوں میں کوئی ایسی حدیث پاک نہیں ہے آپ کو بھی دعوت عام ہے کہ یہ کتابیں ہر

جسکے ملحق ہیں، کوئی تالیف نہیں ہیں آپ دیکھ لیں کہ کہیں اس بات کا ان کتابوں میں نام و نشان بھی ہے؟

(۵) غیر مقلدین کے حضرت علامہ الحاج حافظ فرخ بن عیاض برنی نے فتاویٰ حنفیہ صفحہ ۳ پر فرمایا ہدایہ شریف جلد اول صفحہ ۲۵، شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۹۳ پر ہے کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث قوی ہے لیکن جناب ہرگز، ہرگز نہ تو یہ بات ہدایہ میں ہے نافی شرح وقایہ میں۔

(۶) مزید فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے ہدایہ جلد اول صفحہ ۲۵ لیکن یہ بات بھی ہدایہ شریف میں ہرگز نہیں ہے، یہ محض غلط بیانی ہے (ہدایہ اور شرح وقایہ فقہ حنفی کی نہایت مستند اور معتبر کتابیں ہیں)

(۷) فتاویٰ علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۳ پر فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۲۸۳ کے حوالہ سے یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں حضرت شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری عمدۃ القاری کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حنفیوں کے مشہور علامہ یعنی حنفی نے اپنی کتاب عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے **وَسَلَّمَ لِعَلَمَانَا الْحَنَفِيَّةِ بِدَلَالَةِ عَمْرٍ وَنَفَقَةٍ** یعنی ہمارے علمائے حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں ہیں۔

حالانکہ اللہ پاک جانتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کا یہ انتہائی غلیظ جھوٹ ہے عمدۃ القاری میں ایسی ہرگز کوئی عبارت نہیں ہے۔

(۸) مشہور غیر مقلد عالم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب ”صلوۃ الرسول“ کے صفحہ ۱۹۰ پر فرماتے ہیں۔

”دیکھو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ حلیفوں کی تائید میں فرماتے ہیں **وَضَمُّوا الْيَمِينَ عَلَى الشِّمَالِ لَوْفِ السُّرَةِ** (بیرے مریدوں) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے اوپر (سینے پر) باندھو“ (غنیۃ الطالبین)

(صلوۃ الرسول صفحہ ۱۹۰)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ترجمہ کرتے وقت حضرت سیالکوٹی نے سینے پر کے الفاظ زیادہ کر دیئے ہیں کیا آپ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ”علی الصدر“ کے الفاظ نظر آ رہے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ترجمے میں ”سینے پر“ کیوں زیادہ کر دیا ہے؟

ہر کوئی جانتا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المسلک ہیں اور ایک روایت کے مطابق ان کا مسلک ناف کے اوپر اور سینے سے نیچے کا ہے جیسا باب اول میں باحوالہ مکرر چکا ہے تو یہاں ناف کے اوپر فرمایا یعنی سینے سے نیچے مسلک حنبلی کی ایک روایت

حکم صحت حدیث مرقوم ہے۔

حضور سیدی و سندی مفتی اعظم خانیوال کی لاہوری میں بلوغ المرام کا نسخہ مطبوعہ ”نور محمد اصح المطابع کراچی“ موجود ہے۔ اس کے صفحہ ۵۳ پر یہ حدیث پاک موجود ہے مگر یہاں بھی وہ چیز نہیں ہے جو حضرت شیخ الاسلام امرتسری صاحب فرما گئے ہیں۔ لہذا حضرت امرتسری صاحب کے حیرت میں ان کے اس دعویٰ کا بھی اضافہ و اندراج فرمائیے۔

بہر حال ہم اس دلیل پر اپنی گزارشات عرض کرتے ہیں۔

(۱) اس روایت کے متعلق علامہ نیوی فرماتے ہیں **لِي اسئلہ نظر و زائدہ علی صلوة غیر محفوظہ** یعنی اس روایت کی اسناد صحیح نہیں جب کہ علی صدر کے الفاظ بھی زیادہ کئے گئے ہیں جو کہ غیر محفوظ ہیں (آثار السنن صفحہ ۸۳)

(۲) علامہ علی بن عثمان مارونی نے الجوہر النقی علی البیہقی جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۰ پر اس روایت پر شدید تنقید کی ہے اور اس کے رواۃ پر محدثین کرام کے حوالہ سے جرح کی ہے۔

یہ تو قحی علمائے فن حدیث کا تبصرہ اس روایت پر اب اس روایت کے متعلق ہماری چند گزارشات ملاحظہ ہوں۔

(۱) اس روایت کی سند صحیح ابن خزیمہ جلد اول صفحہ ۲۳۳ پر اس طرح ہے۔

اخبرنا ابو طلحہ نا ابو بکر نا ابو موسیٰ نا مومل نا سفیان عن حاتم ابن کلیب عن ابیہ عن وائل ابن حجر الخ

اس روایت میں ”مومل بن اسلمیل“ موجود ہے جس کے متعلق محدثین کرام کے اقوال درج ذیل ہیں۔ تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۸۱ پر ہے۔

(۱) قال ابو حاتم کثیر الخطاء یعنی ابو حاتم اسے کثیر الخفاء قرار دیتے ہیں۔

(۲) قال البیہقی منکر الحديث یعنی امام بخاری اسے منکر الحدیث قرار دیتے ہیں۔

(۳) قال ابو داود انه یہم فی شیء یعنی اسے دہم ہو جاتا ہے۔

(۴) قال کثیر لکن یحلت من حفظہ لکثیر خطائہ یعنی اپنی کتابیں دفن کر کے حافظ سے حدیث پاک بیان کرتے تھے اور کثرت سے غلطیاں کرتے تھے۔

(۵) قال ابن حبان فی الثقات اکثر اخطاء یعنی ابن حبان نے کہا کہ ثقات میں کثیر الخفاء ہے۔

(۶) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں **قد یجب علی اهل العلم ان یلقوا عن حنیئہ لقہ بروی المناکر عن ثقات شیعہ** یعنی اہل علم اس کی روایات سے بچیں وہ اپنے ثقہ شیعہ سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔

(۷) قال الساجی کبر المخطئ ولہ اوہلہ یعنی وہ کثیرا کثاء ہے اور اسے وہم پڑتے ہیں۔

(۸) قال ابن سعد "کثیر المخطئ" یعنی کثیرا کثاء ہے۔

(۹) قال ابن قتیع مخطی یعنی وہ خطا کرتا ہے۔

(۱۰) قال التذاری قطنی "کثیر المخطئ" یعنی کثیرا کثاء ہے۔

(۱۱) قال ابن سعد بن نصر الترمذی قال اذا اختلفت جملہ ما وجب الذی یوقف و یثبت فیہ لکثیر کثیرا کثاء کثیرا کثاء یعنی جب وہ کسی حدیث میں متفق ہو تو اس سے کچھ کیوں کہ وہ حدیث کا تراب اور کثرت سے خطا کریں کرنے والا ہے چنانچہ اگر جس روایت میں ایسا راوی موجود ہے وہ صحیح کی طرح ہوگئی ہے؟

اس روایت میں دوسرے راوی "عاصم ابن کلیب" ہیں جن پر خود غیر تقلیدین رفع الیدین کے باوجود شدید جرح کرتے ہیں (اب بتائیے کہ کیا یہ سند اس قابل ہے کہ کوئی توجہ کی جائے یا کم از کم اسے صحیح کہا جائے؟)

(۱۲) دوسری گزارش یہ ہے کہ حضرت واکل بن جحر سے مروی درج ذیل روایت پر نظر ڈالیں "علی صلوہ" کے الفاظ کہیں طر نہیں آئیں گے۔

(۱) صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۷۷ پر حضرت واکل بن جحر سے اس طرح یہ روایت ہے "علی صلوہ" کے الفاظ کے بغیر

حدثنا زبیر بن حرب قال نا علی بن نا یحلم قال نا محمد بن حجر قال حدثنا عبد الجبار بن وائل عن علقمہ بن وائل و یولی ہم التہما حدثنا عن ابیہ علی السجری الخ

(۲) ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۳ پر واکل بن جحر کی حدیث کا ذکر کیا لیکن اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۳) نسائی شریف جلد اول صفحہ ۳۱ پر ہے أخبرنا سوبد بن نصر قال حدثنا عبد اللہ عن موسی بن عمیر العنبری وکس بن سلیم العنبری قال حدثنا علقمہ بن وائل عن ابیہ قال راہت رسول اللہ ﷺ اذا کان قائما فی الصلوۃ قبض یمینہ علی شمالہ اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۴) ابن ماجہ شریف صفحہ ۵۹ پر ہے حدثنا علی بن محمد ثنا عبد اللہ بن اندیس ح و حدثنا بشر بن معاذ الضریر ثنا بشر بن المنصل قال ثنا عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل ابن حجر قال راہت النبی ﷺ یصلی فلیخذ شمالہ یمینہ اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۵) ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۸ پر ہے أخبرنا ابو الحسن بن الفضل القطنی ببغداد انباء

عبد اللہ بن وائل عن ابیہ ان النبی ﷺ کان اذا قام فی الصلوۃ قبض علی شمالہ یمینہ اس میں بھی علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۶) سنن داری جلد اول صفحہ ۳۳ پر اس طرح ہے أخبرنا ابو نعیم ثنا زبیر عن ابی اسحق عن عبد اللہ بن وائل عن ابیہ راہت رسول اللہ ﷺ یضع یمہ الیمینی علی الیسوی فربما من یلوہ عن آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مندرجہ بالا حرام روایات میں بھی اور اسناد احمد میں عبد اللہ بن زبیر عن سفیان عن عاصم بن کلیب اور ابو داؤد شریف میں بشر بن المنصل عن عاصم بن کلیب اور نسائی شریف میں زائدہ عن عاصم بن کلیب علامہ ازہری امام احمد سے عبد اللہ بن زبیر بن منہبہ اور شعبہ عن عاصم بن کلیب کے طریقے سے روایات کی ہیں ان میں بھی "علی صدرہ" کے الفاظ نہیں ہیں۔ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ یہ زیادتی مولیٰ بن اسماعیل ہی سے مروی ہے۔

علامہ نیوی علیہ الرحمہ تطبیق الحسن صفحہ ۸۳ پر فرماتے ہیں وقد نص ابن القیم فی اعلام النبیین لم یقل علی صلوہ خبر موسی بن عبد الجبار فثبت انہ منہج فی ذلك یعنی علامہ ابن القیم نے اعلام النبیین میں واضح طور پر کہا ہے کہ "علی صدرہ" کی زیادتی مولیٰ بن اسماعیل کے علاوہ کسی نے نہیں کی جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اس روایت میں منہج ہے۔

بالکل واضح ہو چکا ہے کہ مولیٰ بن اسماعیل ہی سے "علی صدرہ" کے الفاظ روایت کئے جارہے ہیں اب آیا کہ یہ الفاظ قابل قبول ہیں محدثین کرام کے نزدیک یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے فقط زیادہ علی مروی اشقات کہا جائے یا روایت شاذہ قرار دیا جائے دونوں صورتوں کا حکم ہم واضح کر دیتے ہیں۔

امام ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح المتوفی ۷۴۲ھ نے شہرہ آفاق کتاب مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۳۰ پر عنوان دیا النوع السلس عشر معرلہ زائدات الثقات و حکمہا کی عنوان علامہ نووی شافعی متوفی ۷۷۱ھ نے اپنی کتاب تقریب جلد اول صفحہ ۲۳۵ پر دیا "ذاکثر محمود طحان نے اپنی کتاب حسیہ مصطلح الحدیث صفحہ ۱۳۷ پر "زیادات الثقات" کا عنوان قائم کیا ہے۔

آپ نے غور فرمایا کہ یہاں "ثقات" کی زیادتی الفاظ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جب کہ مولیٰ بن اسماعیل ثقہ نہیں ہیں ان کے بارے میں محدثین کرام کی آراء گزر چکی ہیں دوبارہ ملاحظہ فرمائی جائیں۔

مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۳۰ پر علامہ ابن الصلاح نے مذکورہ زیادتی الفاظ کی تین اقسام ذکر کی ہیں اور بیان فرمایا ہے کہ

(۱) ان بقع مختلفا متغایا لما رواه سائر الثقات لهذا حکمہ الود کما سبق فی نوع الشیء یعنی اگر ثقہ منقول کی روایت باقی ثقات کی روایت کے مخالف و متانی ہوگی تو مردود ہوگی۔

(۲) ان لا یكون له متغایة و مختلفة اصلا لما رواه غیرہ کالحدیث النبی تفرّد بروایہ جملة نقد ولا تعرض له لما رواه غیرہ بمختلفة اصلا لهذا مقبول و قد ادعی الخطیب له اتفاق العلماء علیہ یعنی اگر ثقہ منقول کی روایت (جس میں وہ منقول باقی ثقات کی روایت کے متانی و مخالف نہ ہو تو پھر یہ روایت مقبول ہوگی اور خطیب ابو بکر نے علماء کے اتفاق کا اس میں دعویٰ کیا ہے۔

(۳) ملجئ بین ہاتین المرتبتین مثل زیادة لفظہ فی حدیث لم یذکرہ سائر من روی ذلک الحدیث... لضعفہا غیر واحد من الاتمہ واحتجوا بها لہم الشافعی و احمد رضی اللہ عنہم یعنی تیسری قسم وہ ہے جو پہلے دونوں مرتبوں کے درمیان ہے متعدد ائمہ اسے دلیل بناتے ہیں۔ مندرجہ بالا تفصیل پر ہی باقی محدثین و ائمہ اصول نے اعتماد کیا ہے جیسا کہ تدریب الراوی امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ و علامہ امام نووی متوفی ۷۶۷ھ و ذاکر محمود طحان نے اپنی اپنی کتب میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

پوری بحث سے واضح یہی ہو رہا ہے کہ زیادتی الفاظ کے متعلق درج ذیل شرائط ہیں تب وہ مقبول ہوگی ورنہ نہیں۔

(۱) وہ زیادتی الفاظ ثقہ راوی روایت کرے۔

(۲) دیگر ثقات رواۃ کی مرویات کے متانی و مخالف و متعارض نہ ہو۔ غیر مقلدین کی دلیل اول میں مولیٰ بن اسماعیل خود بھی ثقہ نہیں ہے اور پھر باقی تمام ثقات کی روایت کے خلاف روایت کر رہا ہے لہذا مردود ہے اور غیر مقبول ہے۔

اور دیگر اس روایت پر حکم شدہ لگایا جائے جیسا کہ علامہ بیہقی نے تعلیق الحسن صفحہ ۸۳ پر حکم شاذ لگایا ہے تو اس کے متعلق بھی ملاحظہ فرمائیے اذا انفرد الراوی فنظر فیہ لکن کان ما انفرد بہ مختلفا لما رواه من هو اولیٰ منہ بالحفظ للذک و اضبط کان ما انفرد بہ شاذ مردودا یعنی جب راوی منفرّد ہو اپنی روایت میں تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ اپنے سے زیادہ حفظ و ضبط والے کے خلاف ہو شاذ و مردود ہوگی اس کی روایت (مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۳۷ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ طحان)

بہر حال یہ روایت شاذہ ہو یا جتنی بر زیادت ہو کسی صورت میں قائل قبول نہیں ہے۔

اس روایت کے متعلق ایک اور بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث صحیح کی تعریف محدثین کرام نے یہ کی ہے۔

(۱) اما الحدیث الصحیح لہو الحدیث المسند الذی یصل اسنادہ بنقل العمل الضابط عن العمل الضابط الی مستہاد ولا یكون شاذ ولا معللا (مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۸)

(۲) الصحیح... وهو ما اتصل بسندہ بالعلول الضابطین من غیر شذوذ ولا علل (تقریب التوازی مع تدریب الراوی جلد اول صفحہ ۳۳)

(۳) الصحیح ما اتصل بسندہ بنقل العمل الضابط عن مثله الی مستہاد من غیر شذوذ ولا علل (تیسرے معطل الحدیث صفحہ ۳۳)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، کل راوی عادل اور کامل الضبط ہوں اور وہ حدیث شاذ و معطل بھی نہ ہو۔

لیکن غیر مقلدین حضرات تمام قواعد و ضوابط کو پالائے طاق رکھتے ہوئے پھر بھی اس روایت کو ”حدیث صحیح“ قرار دیتے ہیں جب کہ مولیٰ بن اسماعیل میں صحیح کے راویوں کی شرائط نہیں ہیں پھر علامہ حدیث اسے معطل بھی کہہ رہے ہیں مزید یہ کہ یہ ہے بھی شاذ اب بتائیے کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

ایک اہم سوال

احناف کی دلیل اول بھی پھر شاذ ہے کیوں کہ جس طرح ”علی صدرہ“ کے الفاظ روایت ثقات پر زیادہ ہیں اسی طرح ”تحت السرة“ کے الفاظ بھی دیگر ثقات نے روایت نہیں کئے ہیں لہذا یہ روایت بھی مردود ہوگئی۔

جواب

معصف ابن ابی شیبہ جلد اول صفحہ ۳۹۰ کے حوالہ سے جو حدیث پاک پیش کی گئی اس کے تمام کے تمام راوی از اول تا آخر ثقہ اور ائمہ فہم ہیں۔ اس روایت میں ”تحت السرة“ کے الفاظ دیگر ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف و متانی نہیں ہے نہ ہی متعارض ہے بلکہ یہ تو مفسر ہے اور پھر صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عمل اس کا موید ہے۔

بالفرض اگر اسے شاذ قرار بھی دے دیا جائے پھر بھی مقبول ہی ہے کیوں کہ مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۳۷، تقریب التوازی مع تدریب الراوی جلد اول صفحہ ۲۳۵ پر ہے لکن کان معللا حافظا موثوقا بضبطہ کان تفرّد صحیحاً یعنی جب حدیث شاذ کا راوی عادل حافظ ثقہ ہو تو اس کا انفراد صحیح ہوگا اور روایت مقبول ہوگی علامہ امام نووی فرماتے ہیں و اما روی العمل الضابط المتین حدیث انفرد بہ لم یقبول بلا خلاف نقل الخطیب البغدادی اتفاق العلماء علیہ (مقدمہ عرج نووی علی المسلم) یعنی جب عادل ضابط اور مستقن راوی منفرّد ہو تو اس کی روایت منفرّد

مقبول ہے خطیب بغدادی نے اس پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔

اسی بات کو الشیخ المحقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے ذرا مختلف الفاظ سے مقدمہ فی بیان معطلات علم الحدیث صفحہ ۳۳۳ پر ذکر فرمایا ہے۔

اس اعتراض کا جواب ہم آخر میں خود ایک غیر مقلد عالم خواجہ محمد قاسم صاحب کی زبانی عرض کرتے ہیں وہ اپنی کتاب ”تین طلاقیں“ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گرجا گھر کے صفحہ ۳۳ پر رقم طراز ہیں اور اپنی تائید میں بڑی شد و مد سے پیش فرما رہے ہیں فرماتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ **ولیس الشاذ ان یفرد الفقہ برواہ الحدیث بل الشاذ ان یروی خلاف ملوہ** **الفتل** یعنی شاذ روایت وہ نہیں ہوتی جس میں کوئی ثقہ راوی مفرد ہو بلکہ وہ ہوتی ہے جس میں راوی ثقات کی مخالفت کرے۔ (ترجمہ عمدہ ایضاً)

جب خود اقرار ہے کہ ثقہ کا انفراد سبب شد و مد نہیں ہے چنانچہ ہماری دلیل کے تمام راوی ثقات ہیں لہذا شاذ نہ ہوئی جب شاذ نہیں تو مرود بھی نہیں

بہر حال اختلاف کی دلیل اول اپنی جگہ بہت مضبوط اور قائم ہے ایک دلچسپ بات اور بھی ہے کہ اس روایت میں مولیٰ بن اسعیل سفیان سے روایت کر رہے ہیں جب کہ سفیان کا اپنا مسلک ”وضع البیہن تحت السرة“ ہے جیسا کہ شرح المنقذی جلد دوم صفحہ ۷۸ پر مرقوم ہے اسی طرح علامہ بخاری نے معارف السنن جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۳۸ پر بھی ذکر کیا ہے۔

دلیل دوم

مسند احمد کی درج ذیل روایت بھی غیر مقلدین پیش کرتے ہیں **حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثناء یحییٰ بن سعید عن سفیان قال حدثنا سماک عن لبیصہ بن طلب عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رايت النبی ﷺ ینصرف عن بمنہ و عن سلوہ و رايتہ یضع ہذہ علی صلوہ و وصف یحییٰ الیمنی علی المسوی فوق المفصل یعنی حضرت حلب روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ دائیں اور بائیں پکڑتے تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ اپنے سینے مبارک پر رکھا کرتے تھے یحییٰ بن سعید نے یوں طریقہ بیان کیا کہ دائیں کو بائیں پر کلائی کے اوپر۔**

اس روایت کی سند میں سماک بن حرب ہیں جن کے متعلق محدثین کرام کی آراء ملاحظہ ہوں میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵ سے نقل کیا جا رہا ہے۔

(۱) دوی ابن الملوک عن سفیان انہ ضعیف یعنی ابن مبارک نے سفیان سے روایت کیا کہ سماک ضعیف ہے۔

(۲) **قال جریر الضبی اتیت سماکا فرأیتہ یبول قائما یعنی جریر الضبی کہتے ہیں کہ میں سماک کے پاس آیا تو وہ کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا فرجعت ولم اسئلہ پس میں لوٹ گیا اور اس سے سوال نہیں کیا۔**

(۳) **روی احمد بن ابی مریم عن یحییٰ کلن شعبہ بضعفہ یعنی شعبہ سماک کو ضعیف قرار دیتے تھے۔**

(۴) **قال احمد سماک مضطرب الحدیث یعنی امام احمد بن حنبل سماک کو مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔**

(۵) **یعقوب بن شبہ کہتے ہیں لبس من المبتہین یعنی سماک مبتہین میں سے نہیں ہیں۔**

(۶) **جناد کہتے ہیں کہ ہم سماک بن حرب کے پاس شعر کے بارے میں معلومات کے لئے جاتے تھے اور اصحاب حدیث ان کے پاس روایت حدیث کے لئے لیکن ہماری طرف متوجہ ہوتے اور کہتے کہ سوال کرو بے شک حدیث والا کام تو بہت فحش ہے یعنی یہ صاحب روایت حدیث کو چھوڑ دیتے اور اشعار کی طرف متوجہ ہو جاتے (میزان الاعتدال جلد نمبر ۲)**

(۷) **قال النسائی اذا انفرد باصل لم یکن حجۃ یعنی جب سماک مفرد ہو تو بالکل حجت نہیں ہے۔**

(۸) **قال صالح جزوة بضعف یعنی سماک کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔**

دوسری عرض یہ ہے کہ حضرت حلب نے دیکھا نماز کے اندر کی کیفیت تو کبھی بیان کر رہے ہیں جو کہ تین واسطوں کے بعد ہیں۔

اور اگر وہی مراد ہے جو غیر مقلدین لیتے ہیں تو مزید عرض ہے کہ امام احمد نے وکیع کے طریقے سے سماک سے روایت کی، دارقطنی نے عبدالرحمن بن مسدد کے طریقے سے سماک سے، ترمذی و ابن ماجہ نے ابو الاحوص کے طریقے سے سماک سے مزید امام احمد نے شریک کے طریقے سے عن سماک روایت کی۔ ان سب میں علی صلوہ کے الفاظ نہیں ہیں معلوم ہوا کہ یہ الفاظ اس روایت میں بھی غیر محفوظ ہیں۔ جیسا کہ علامہ نیوی نے آثار السنن صفحہ ۸۷ میں فرما دیا کہ **قولہ علی صلوہ غیر محفوظ**

بہر کیف اس روایت میں ضعف بھی ہے اور علی صدرہ کی زیادتی غیر محفوظ بھی ہے۔

دلیل سوم

مراسل ابی داؤد کی درج ذیل مرسل روایت بھی دلیل غیر مقلدین ہے **حدثنا ابو ثناء یحییٰ عن ابی حمید عن ثور عن سلیمان بن موسیٰ عن طاؤس قال کلن النبی ﷺ بضع ہذہ الیمنی علی ہذہ المسوی ثم یشد بہما علی صلوہ و هو لی الصلوۃ یعنی طاؤس بیان فرماتے ہیں**

کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں دائیں ہاتھ مبارک کو بائیں پر سینے مبارک پر باندھا کرتے تھے۔

پہلی عرض تو یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ حقیقہ و مکلفہ کے مقابلہ میں روایت مرسلہ ناقابل التفات نہیں۔

دوسری عرض یہ ہے کہ اس سند میں سلیمان بن موسیٰ ہیں جن کے بارے میں میزان الاعتدال جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۲۵ پر ہے **قال البخاری عنده منا کثیر** یعنی سلیمان بن موسیٰ کی روایات منکر ہیں **قال ابو حاتم** یعنی ابو حاتم نے کہا کہ سلیمان بن موسیٰ کی احادیث میں اضطراب ہوتا ہے **قال النسائی** یعنی النسائی نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہے۔ تطبیق الحسن صفحہ ۸۸ پر تقریب کے حوالہ سے مرقوم ہے کہ صدوق فقہ فی حدیث بعض لین و ضوط قبل موتہ یعنی سلیمان بن موسیٰ صدوق و قید ہے مگر اس کی احادیث میں کچھ اضطراب ہوتا ہے اور آخری عمر میں اس سے غلط واقع ہونے لگ گیا تھا۔

بہر حال یہ روایت بھی ناقابل استدلال و التفات ہے۔

دلیل چہارم

بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۰ پر حضرت واکل بن حجر سے روایت بیان کی گئی ہے جس میں علی حدردہ کے الفاظ ہیں لیکن اس میں عبد الجبار بن واکل اپنی والدہ سے روایت کر رہے ہیں جن کے بارے میں محدثین کرام لا اعرف حالہا ولا اسمہا فرماتے ہیں (الجواب النقی جلد دوم صفحہ ۳۰)

مزید یہ کہ اس روایت میں بھی ضعف شدید ہے کہ اس میں محمد بن حجر الحضرمی ہے جس کے بارے میں محدثین کرام فرماتے ہیں۔

امام ذہبی فرماتے ہیں **لہ منا کثیر** (میزان الاعتدال جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۸)

امام بخاری فرماتے ہیں **فیہ بعض النظر (ایضا)**

بہر حال اس روایت پر بھی جرح کی گئی ہے جیسا کہ عرض کر دیا گیا ہے۔

دلیل پنجم

بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۰ پر عقبہ بن صہبان روایت کرتے ہیں کہ ان علما رضی اللہ تعالیٰ عنہ **قال لی** **ہذا الایہ (لعل لوبک والنحو) قال وضع یدہ الیمنی علی وسط یدہ اليسری ثم وضعهما علی صدوہ** یعنی حضرت علی **رضی اللہ عنہ** لعل لوبک والنحو کی تفسیر میں فرماتے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر سینے کے اوپر باندھے سورۃ الکواثر کی مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں

اس قسم کی جتنی بھی روایات ذکر کی گئی ہیں محدثین کرام نے ان پر شدید جرح فرمائی ہے اور انہیں قبول نہیں فرمایا ہے۔

علامہ ابن الترمذی المعروف، محدث مارونی المعنی ۷۴۵ھ نے الجواب النقی جلد دوم صفحہ ۳۰ پر ارشاد فرمایا **ثم ذکر البیهقی عن علی (رضی اللہ عنہ) انه قال فی ہذا الایہ لعل لوبک والنحو قال وضع یدہ الیمنی علی وسط یدہ اليسری ثم وضعهما علی صدوہ قلت تقدم هذا الاثر فی باب النبی قبل هذا ولی سندہ وبتہ اضطراب**

یعنی اس روایت کی سند میں بھی اضطراب ہے اور اس کے متن میں بھی اضطراب ہے۔

حافظ ابن کثیر المعنی سن ۷۰۰ھ نے اپنی مشہور تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر ۳۰ مطبوعہ صفحہ ۱۱۳ کالم نمبر ۲ (مترجم) میں فرمایا **حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے غیر صحیح سند سے یہ روایت بیان ہوئی ہے اور ابن ابی حاتم نے بہت منکر حدیث ذکر کی ہے علامہ جلال الدین السیوطی نے بھی بقول صاحب روح المعانی ان روایات پر جرح کی ہے بہر حال یہ روایات ناقابل استدلال ہیں۔**

درج ذیل روایات میں غور فرمائیں۔

(۱) بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۷۵ پر حضرت علی **رضی اللہ عنہ** سے یہ روایت مروی ہے عن علی بن ابی طالب **رضی اللہ عنہ** **قال لما نزلت هذه الایہ علی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) (انا اعطیناک الکواثر لعل لوبک والنحو) قال النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لعجلول ملعنہ العنبرہ التي اسونی بہا ربی قال انها ليست بنحوہ ولكنہ یلربک اذا تحمرت للصلوۃ ان تولع بیدک اذا کبرت و اذا وکعت و اذا رفعت راسک من الرکوع الخ**

اس روایت میں حضرت علی **رضی اللہ عنہ** نماز میں رفع یدین نقل کر رہے ہیں اس آیت پاک کی تفسیر میں اور پچھلی روایت میں حضرت علی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کی تفسیر نقل فرمائی۔

(۲) تفسیر طبری جلد نمبر ۳۰ صفحہ ۲۱۰ پر دو روایات حضرت علی **رضی اللہ عنہ** سے روایت کی گئی ہیں۔ عن عقبہ بن ظہیر عن علی **رضی اللہ عنہ** **لعل لوبک والنحو** وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ ان روایتوں میں حضرت علی **رضی اللہ عنہ** دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر باندھنے کی تفسیر فرما رہے ہیں۔

خلاصہ یہ نکلا کہ ہاتھوں کا باندھنا بھی اسی کی تفسیر رفع یدین بھی اسی کی تفسیر سینے پر ہاتھ باندھنا بھی اسی آیت پاک کی تفسیر سے ثابت۔

اور وہ بھی حضرت علی **رضی اللہ عنہ** سے کہ جن سے کسی ضعیف سند سے بھی مروی نہیں ہے کہ وہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہوں۔ باب دوم میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت

علیؑ اور آپ کے علاوہ کا مسلک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ جائے غور ہے کہ حضرت علیؑ اگر سینے پر ہاتھ باندھنے کو حکم قرآنی کہہ کر روایت کرتے تھے تو خود کیوں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے؟ حالانکہ حضرت علیؑ کے شایان شان ہی نہیں ہے کہ وہ حکم قرآنی کی خلاف ورزی نماز میں ساری عمر شریف فرماتے رہیں۔ اور عقل سلیم بھی متوجہ ہے کہ حضرت علیؑ جیسی علمی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت یافتہ شخصیت کی خدمت میں جب بھی کوئی مسئلہ نماز کے متعلق پیش ہو تو آپ وانحر پڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی مسئلہ کا جواب روایت کر دیتے ہوں۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) طبری جلد نمبر ۳۰ صفحہ ۲۱۲ واولیٰ هذه الاقوال عنی بالمعصوب لول من لال منی فلک فلجعل صلاتک کلھا لربک خلاصا دون مملووه من الانداد والالھہ وکنک نحرک واجعلہ لدون الاولین شکرالہ علی ما عطاک من الکرامہ والعزیر لاکف لہ
(۲) تفسیر کبیر جلد نمبر ۳۲ صفحہ ۱۷۷

(والنحر) وارادہ بالتصلق بلحم الاصلی وهو قول علمہ المفسرین ان المراد هو نحر البدن یعنی اس آیت پاک میں جانوروں کی قربانی کرنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔
بہر حال دلیل قطعیہ کا بھی محدثین و علمائے امت نے اعتبار نہیں فرمایا اور اسے سنداً و متناظر اور منکر قرار دیا ہے۔

فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ ۳۷۷ اور فتاویٰ علمائے حدیث جلد نمبر ۳ صفحہ ۹۵ پر ایک سوال غیر مقلدین کے شیخ الاسلام حضرت ثناء اللہ امرتسری سے کیا گیا ہے ہم وہ سوال و جواب اور اس کے متعلق اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔

سوال : نماز میں دونوں ہاتھ سینے پر باندھنا کسی معتد صوفی حنفی کا قول ہے یا نہ؟
جواب : مولوی شاہ نعیم اللہ برہانچی نے شیخ مرزا مظہر جانن رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں لکھا ہے ”دوسرے راہبر سیدی بہتند و میفرمودند کہ اس روایت اوج است از روایات زیر ناف“ (منہج الاحناف صفحہ ۳)

جہاں تک سینے پر ہاتھ باندھنے کی روایات درج ہیں وہ تو ہم پیچھے عرض کر چکے ہیں وہ روایت جو انتہائی ضعیف (یعنی روایت کہ جس کے راوی کے متعلق محدثین کرام کا انکار شدید مروی ہوا) شاذ مطعن اور غیر معمولی بھلا ہے وہ غیر مقلدین کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اور غیر مقلدین کی تقلید بلکہ اندھی تقلید کا اندازہ بھی فرمائیے کہ ایک ضعیف شاذ مطعن غیر معمولی بھلا روایت کو

صرف ابن خزیمہ کی تقلید میں صحیح صحیح کی رت لگا رکھی ہے اور سرعام اصولوں کا خون کر رکھا ہے۔

اس کے علاوہ جو بھی روایت پیش کی ہے کوئی بھی جرح سے سلامت نہیں ہے اور غیر معمول بھی تو ہے ہی لیکن پھر بھی جناب یہ روایات اوج ہیں اور باقی مروج (قال اللہ العزیز) باقی ہم نے کوئی منفید الاحناف نامی کتاب نہیں دیکھی بلکہ اس حوالہ کے بعد اس کی تلاش کی مگر کسی لائبریری اور مکتبہ سے ہمیں میسر نہیں آئی۔

محدثین کرام کے نزدیک تو جس راوی کا ایک جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے وہ اس کی تمام روایات کو چھوڑ دیتے ہیں اور ہم تو اس باب کی ابتدا میں حضرت شیخ الاسلام امرتسری کے پے در پے کئی جھوٹ نقل کر چکے ہیں ان کی فتاویٰ ثنائیہ سے، اگر شیخ الاسلام نے ایک جھوٹ اور بھی ارشاد فرمایا ہو اپنے مسلک کی حمایت میں تو ان کی شان سے کیا بعید ہے۔

باقی صحیح ابن خزیمہ کی تعریف میں غیر مقلدین کے صفحات کے صفحات تحریر کر دینا ہمارے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتا کہ بخاری شریف درجہ اول کی کتاب ہے مگر مسئلہ طلاق خلاف میں اور دیگر کئی مسائل میں حضرات غیر مقلدین بخاری شریف کے ابواب کے ابواب ہضم کر جاتے ہیں یہاں ابن خزیمہ کی کیا مجال۔

اور پھر ابن خزیمہ کی روایت ہم متعدد مرتبہ عرض کر چکے ہیں کہ شاذ بھی ہے مطعن بھی ہے اور غیر معمول بھلا بھی ہے جب کہ صحیح کی تعریف درج ذیل ہے۔

الصحيح هو ما اتصل بسند العلم بالعلول الضابطین من غیر شذوذ ولا علم

(تقریب النواوی مع تدریب الراوی جلد اول صفحہ ۱۱۳)

وعلى هذا المفهوم تیسرے مصطلح الحدیث صفحہ ۳۳)

(مقدمہ ابن الصلاح صفحہ ۸)

(خلاصہ معروضات)

(۱) ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیرؓ ابو داؤد شریف جلد اول صفحہ ۱۷۷ پر روایت صحیحہ کی رو سے خود ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کے قائل و عامل ہیں۔ مزید عبد اللہ بن زبیر کی یہی روایت بیہقی شریف جلد دوم صفحہ ۳۰ پر ان کی اپنی سند سے بھی موجود ہے۔

تین تابعین، ابن سیرین، ابن جبر اور ابن مسیب سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مروی ہے جو کہ

احادیث مرفوعہ اور عمل صحابہ و تابعین کے مقابلہ میں لائق ترجیح نہیں ہے۔

(۲) ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے ہاتھ باندھنے پر کوئی روایت ایسی نہیں جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس موقف کو ثابت کرتی ہو۔ صحابہ کے بارے میں کوئی ایک بھی صحیح اثر اس موقف پر مروی نہیں ہے۔ شوافع کی کتب سے جو دلائل ہمیں اس پر میسر آئے انہیں ہم پیش کر چکے ہیں۔ البتہ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے جو ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۵۴ پر سے صحابہ و تابعین کا عمل ضمیر مجرور سے مستخرج فرمایا اس کی تائید کسی صحیح اثر سے نہیں ہو سکتی ہے۔

(۳) سینے پر ہاتھ باندھنے کا موقف کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں پھر نہ اس پر کسی صحابی کا عمل موجود نہ تابعین کا اتفاق مرفوع بلکہ اس موقف کے ثبوت کے لئے بہت زیادہ کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔

(۴) ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے موقف پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل مبارک ایک حدیث مرفوعہ صحیح الاسناد سے پیش ہوا ہے۔ حضرت علی کی حکما مرفوع حدیث پیش کی گئی ہے۔ حضرت علی اور آپ کے ثلاثہ اور دیگر جلیل القدر تابعین کا عمل صحیح اسناد سے پیش کیا گیا ہے۔ اور اسی موقف پر سراج الامہ، ملت حنفیہ اور امت مصطفویہ کے بطل جلیل امام الامہ امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے جمیع اصحاب و ثلاثہ کے فتاویٰ ہیں اور اسی موقف کو دلائل کی روشنی میں ترجیح حاصل ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حق بات پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے کیوں کہ الحق احق ان بتبع اور امت کو اختلاف اور فتنہ و فساد سے محفوظ فرمائے۔ آمین

راقم الجوف : محمد شوکت علی سیالوی

خادم : مدرسہ غفریہ جامع العلوم خانیوال

۶ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ جمعہ المبارک

۱۲ فروری ۱۹۹۷ء